باب ششم

حضرت مسیح علیہ السّلام کی صلیبی موت سے نجات وہجرت

وَجَعَلْنَا

ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ ءَايَةً وَءَاوَيْنَٰهُمَآ إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿٥١﴾

سُورَةُ المؤمنون

میں نے کامل

تحقیقات کے ساتھ یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا۔ اصل یہ ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتار لیا گیا تھا اور وہاں سے بچ کر وہ کشمیر میں چلا آیا۔ جہاں اس نے ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی اور اب تک اس کی قبر خانیار کے محلّہ میں یوز آسف یا شہزادہ نبی کے نام سے مشہور ہے۔

ملفوظات ۔جلد ۳ صفحہ ۱۰۷

۲۰۴

عیسائی مذہب پر غلبہ پانے کا طریق

عیسائی مذہب پر غلبہ پانے کا بجز حضرت مسیح کی طبعی موت ثابت کرنے کے اور صلیبی موت کے خیال کے جھوٹا ثابت کرنے کے اور کوئی طریق نہیں۔ سو یہ خدا نے بات پیدا کر دی ہے نہ ہم نے کہ کمال صفائی سے ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح صلیب سے جان بچا کر کشمیر میں آ گئے تھے اور وہیں فوت ہوئے۔ یہ وہ اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے جیسا کہ آفتاب کا آسمان پر چمکنا۔

تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۹

۲۰۵

حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب سے نجات اور پھر ہجرت کا اجمالی خاکہ

میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں میں نے کامل تحقیقات کے ساتھ یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا۔ اصل یہ ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتار لیا گیا تھا اور وہاں سے بچ کر وہ کشمیر میں چلا آیا۔ جہاں اس نے ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی اور اب تک اس کی قبر خانیار کے محلہ میں یوز آسف یا شہزادہ نبی کے نام سے مشہور ہے۔

اور یہ بات ایسی نہیں ہے جو محکم اور مستحکم دلائل کی بناء پر نہ ہو بلکہ صلیب کے جو واقعات انجیل میں لکھے ہیں خود اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ سب سے اول یہ ہے کہ خود مسیحؑ نے اپنی مثال یونسؑ سے دی ہے۔ کیا یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوئے تھے یا مر کر۔ اور پھر یہ کہ پیلاطوس کی بیوی نے ایک ہولناک خواب دیکھا تھا۔ جس کی اطلاع پیلاطوس کو بھی اس نے کر دی اور وہ اس فکر میں ہو گیا کہ اس کو بچایا جاوے اور اسی لئے پیلاطوس نے مختلف پیرایوں میں مسیح کے چھوڑ دینے کی کوشش کی اور آخر کار اپنے ہاتھ دھو کر ثابت کیا کہ میں اس سے بری ہوں۔ اور پھر جب یہودی کسی طرح ماننے والے نظر نہ آئے تو یہ کوشش کی گئی کہ جمعہ کے دن بعد عصر آپ کو صلیب

دی گئی۔ اور چونکہ صلیب پر بھوک پیاس اور دھوپ وغیرہ کی شدت سے کئی دن رہ کر مصلوب انسان مرجایا کرتا تھا وہ موقع مسیح کو پیش نہ آیا کیونکہ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا کہ جمعہ کے دن غروب ہونے سے پہلے اسے صلیب پر سے نہ اتار لیا جاتا۔ کیونکہ یہودیوں کی شریعت کی رُو سے یہ سخت گناہ تھا۔ کہ کوئی شخص سبت یا سبت سے پہلے رات صلیب پر رہے۔ مسیح چونکہ جمعہ کی آخری گھڑی صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ اس لئے آندھی وغیرہ کے پیش آجانے سے فی الفور اتار لیا گیا۔ پھر دو چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے تھے ان کی ہڈیاں تو توڑ دی گئی تھیں مگر مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑی گئی تھیں۔

پھر مسیح کی لاش ایک ایسے آدمی کے سپرد کر دی گئی جو مسیح کا شاگرد تھا اور اصل تو یہ ہے کہ خود پیلاطوس اور اس کی بیوی بھی اس کی مرید تھی۔ چنانچہ پیلاطوس کو عیسائی شہیدوں میں لکھا ہے اور اس کی بیوی کو ولیّہ قرار دیا ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر مرہم عیسٰی کا نسخہ ہے جس کو مسلمان یہودی، رومی اور عیسائی اور مجوسی طبیبوں نے بالاتفاق لکھا ہے کہ یہ مسیح کے زخموں کے لئے تیار ہوا تھا اور اس کا نام مرہم عیسٰی، مرہم حوارین اور مرہم رسُل اور مرہم شلیخا وغیرہ بھی رکھّا۔ کم از کم ہزار کتاب میں یہ نسخہ موجود ہے اور یہ کوئی عیسائی ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ صلیبی زخموں کے سوا اور بھی کبھی کوئی زخم تھے۔ اور اس وقت حواری بھی موجود تھے۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ تمام اسباب اگر ایک جا جمع کئے جاویں۔ تو صاف شہادت نہیں دیتے کہ مسیح صلیب پر زندہ بچ کر اتر آیا تھا۔ .... یہودیوں کے جو فرقے متفرّق ہو کر افغانستان یا کشمیر میں آگئے تھے وہ ان کی تلاش میں ادھر چلے آئے۔ اور پھر کشمیر ہی میں انہوں نے وفات پائی۔ اور یہ بات انگریز محققّوں نے بھی مان لی ہے کہ کشمیری دراصل بنی اسرائیل ہیں۔ چنانچہ برنیئر نے اپنے سفرنامہ میں یہی لکھا ہے۔ اب جب کہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ صلیب پر نہیں مرے بلکہ زندہ اتر آئے تو پھر کفّارہ کا کیا باقی رہا۔

پھر سب سے عجیب تر یہ بات ہے کہ عیسائی جس عورت کی شہادت پر مسیح کو آسمان پر چڑھاتے ہیں وہ خود ایک اچھّے چال چلن کی عورت نہ تھی۔

ملفوظات۔ جلد ۳ صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸

نیز دیکھیں۔ راز حقیقت۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۱۔ حاشیہ

۲۰۶

سچائی کے لئے صلیب سے پیار

میں چونکہ مسیح موعود ہوں اس لئے حضرت مسیحؑ کی عادت کا رنگ مجھ میں پایا جانا ضروری ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام وہ انسان تھے جو مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب پر چڑھے۔ گو خدا کے رحم نے ان کو بچالیا۔ اور مرہم عیسیٰ نے ان زخموں کو اچھا کر کے آخر کشمیر جنّت نظیر میں ان کو پہنچا دیا۔ سو انہوں نے سچائی کے لئے صلیب سے پیار کیا۔ اور اس طرح اس پر چڑھ گئے جیسا کہ ایک بہادر سوار خوش عنان گھوڑے پر چڑھتا ہے۔ سو ایسا ہی میں بھی مخلوق کی بھلائی کے لئے صلیب سے پیار کرتا ہوں۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم نے حضرت مسیح کو صلیب سے بچالیا۔ اور ان کی تمام رات کی دعا جو باغ میں کی گئی تھی قبول کر کے ان کو صلیب کے نتیجوں سے نجات دی۔ ایسا ہی مجھے بھی بچائے گا۔

تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۹۹

۲۰۷

.....پھر یسوع کے واقعہ کو اسحاق کے واقعہ سے کیا مشابہت ہے

عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو حضرات عیسائیاں انجیلوں کے حوالہ سے یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے اس واقعہ کو یونسؑ کے واقعہ اور اسحاقؑ کے واقعہ سے مشابہت تھی اور پھر آپ ہی اس مشابہت کے بر خلاف عقیدہ رکھتے ہیں۔ کیا وہ ہمیں بتلا سکتے ہیں کہ یونس نبی مچھلی کے پیٹ میں مردہ ہونے کی حالت میں داخل ہوا تھا اور مردہ ہونے کی حالت میں اس کے اندر دو یا تین دن تک رہا۔ پس یونسؑ سے یسوع کی مشابہت کیا ہوئی۔ زندہ کو مردے سے کیا مشابہت؟ اور کیا حضرات عیسائیاں ہمیں بتلا سکتے ہیں کہ اسحاقؑ حقیقت میں ذبح ہو کر پھر زندہ کیا گیا تھا۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر یسوع کے واقعہ کو اسحاقؑ کے واقعہ سے کیا مشابہت ہے؟

حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۲

۲۰۸

نبیوں اور ولیوں پر مرتبہ موت کے خوف کی وجہ

اصل فلاسفی اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کوئی نبی نبیوں میں سے خدا کا پیارا نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی ولی ولیوں میں سے اس کا محبوب ٹھہر سکتا ہے جب تک کہ ایک مرتبہ موت کا خوف یا موت کے مشابہ اس پر ایک واقعہ وارد نہ ہو لے۔ اور اسی پر سنّت اللہ قدیم سے جاری ہے۔ جب ابراہیمؑ آگ میں ڈالا گیا تو کیا یہ نظارہ صلیب کے واقعہ سے کم تھا؟ اور جب اس کو حکم ہوا کہ تو اپنے پیارے فرزند کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر تو کیا یہ واقعہ ابراہیمؑ کے

لئے اور اس کے اس فرزند کے لئے جس پر چھری چلائی گئی سولی کی دہشت سے کچھ کم درجہ پر تھا؟ اور یعقوب کے خوف کا وہ نظارہ جب کہ اس کو سنایا گیا کہ تیرا پیارا فرزند یوسف بھیڑیئے کا لقمہ ہو گیا اور اس کے آگے یوسف کا مصنوعی طور پر خون آلود کرتہ ڈال دیا گیا اور پھر مدت دراز تک یعقوب کو ایک مسلسل غم میں ڈالا گیا۔ کیا یہ نظارہ بھی کچھ کم تھا؟ اور جب یوسف کو مشکیں باندھ کر کوئیں میں پھینکا گیا تو کیا یہ دردناک نظارہ اس نظارہ سے کچھ کم تھا جب مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا؟ اور پھر کیا نبی آخر الزمان کی مصیبت کا وہ نظارہ کہ جب غارِ ثور کا ننگی تلواروں کے ساتھ محاصرہ کیا گیا کہ اسی غار میں وہ شخص ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس کو پکڑو اور قتل کرو۔ تو کیا یہ نظارہ اپنی رعب ناک کیفیت میں صلیبی نظارہ سے کچھ کم تھا؟ اور کیا ابھی اسی زمانہ کا یہ نظارہ کہ جب ڈاکٹر مارٹن کلارک نے مثیل مسیح پر جو یہ عاجز ہے اقدام قتل کا ایک جھوٹا دعویٰ کیا۔ اور تینوں قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں اور عیسائیوں میں سے سربرآوردہ علماء کوشش کرتے تھے کہ یہ سزا پاوے۔ تو کیا یہ نظارہ مسیحؑ کے صلیبی نظارہ سے کچھ مشابہت نہیں رکھتا تھا؟ پس سچ بات یہ ہے کہ ہر ایک جو خدا کے پیار کا دعوی کرتا ہے ایک وقت میں ایک حالت موت کے مشابہ ضرور اس پر آجاتی ہے۔ سو اسی سنت اللہ کے موافق مسیح پر بھی وہ حالت آگئی۔ مگر جتنی نظیریں ہم نے پیش کی ہیں وہ گواہی دے رہی ہیں کہ ان تمام نبیوں میں سے ایسے امتحان کے وقت کوئی بھی نبی ہلاک نہیں ہوا۔ آخر قریب موت پہنچ کر جب کہ ان کے روحوں سے ایلی ایلی لما سبقتنی کا نعرہ نکلا۔ تب یک مرتبہ خدا کے فضل نے ان کو بچا لیا۔ پس جس طرح ابراہیم آگ سے اور یوسف کوئیں سے اور ابراہیم کا ایک پیارا بیٹا ذبح سے اور اسماعیل پیاس کی موت سے بچ گیا۔ اسی طرح مسیح بھی صلیب سے بچ گیا۔ وہ موت کا حملہ ہلاک کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ ایک نشان دکھلانے کے لئے تھا۔

تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۲۱، ۵۲۳

۲۰۹

عیسائیوں اور یہودیوں کا حضرت مسیح کے قتل سے متعلق عدم یقین

اب تک عیسائیوں اور یہودیوں کا یہی حال ہے کہ کوئی ان میں سے قسم کھا کر اور اپنے نفس کے لئے بلا اور عذاب کا وعدہ دے کر نہیں کہہ سکتا کہ مجھے درحقیقت یہی یقین ہے کہ سچ مچ مسیح قتل کیا گیا۔ یہ شکوک اسی وقت پیدا ہو گئے تھے اور پولس نے اپنی

چالاکی سے کوشش بھی کی کہ ان شکوک کو مٹاوے مگر وہ اور بھی بڑھتے گئے۔ چنانچہ پولس کے بعض خطوط سے صاف ظاہر ہوتا ہے مسیح صلیب پر سے اتارا گیا تو اس کے زندہ ہونے پر ایک اور پختہ ثبوت یہ پیدا ہو گیا کہ اس کی پسلی کے چھیدنے سے فی الفور اس میں سے خون رواں ہوا۔ یہودی اپنی شتاب کاری کی وجہ سے اور عیسائی انجیل کی روئداد موجودہ کے لحاظ سے اس شک میں شریک ہیں۔ اور کوئی عیسائی ایسا نہیں جو انجیل پر غور کرے اور پھر یقینی طور پر یہ اعتقاد رکھے کہ سچ مچ مسیح صلیب کے ذریعہ فوت ہو گیا بلکہ ان کے دل آج تک شک میں پڑے ہوئے ہیں اور جس کفارہ کو وہ لئے پھرتے ہیں اس کی ایسے ریگ کے تودہ پر بناء ہے جس کو انجیل کے بیانات نے ہی برباد کر دیا ہے۔

ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۹۷

۲۱۰

صلیب سے نجات کے بارہ میں ایک جامع بیان

جاننا چاہیئے کہ اگرچہ عیسائیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودا اسکریوطی کی شرارت سے گرفتار ہو کر مصلوب ہو گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے لیکن انجیل شریف پر غور کرنے سے یہ اعتقاد سراسر باطل ثابت ہوتا ہے۔ متی باب ۱۲ آیت ۴۰ میں لکھا ہے کہ جیسا کہ یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا۔ اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تھا تو صرف بیہوشی اور غشی تھی۔ اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا۔ اور آخر قوم نے اس کو قبول کیا۔ پھر اگر حضرت مسیح علیہ السلام مچھلی[1] کے پیٹ میں مر گئے تھے تو مُردہ کو زندہ سے کیا مشابہت اور زندہ کو مُردہ سے کیا مناسبت؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح ایک نبی صادق تھا اور جانتا تھا کہ وہ خدا جس کا وہ پیارا تھا لعنتی موت سے اس کو بچائے گا۔ اس لئے اُس نے خدا سے الہام پا کر پیشگوئی کے طور پر یہ مثال بیان کی تھی۔ اور اس مثال میں جتلا دیا تھا کہ وہ صلیب پر نہ مرے گا۔ اور نہ لعنت کی لکڑی پر اس کی

---

[1]:۔ کاتب کی غلطی سے پہلے ایڈیشن میں "مچھلی" لکھا گیا ہے۔ اصل میں "زمین" ہے۔ (شمس)

جان نکلے گی۔ بلکہ یونس نبی کی طرح صرف غشی کی حالت ہوگی۔ اور مسیح نے اس مثال میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ وہ زمین کے پیٹ سے نکل کر پھر قوم سے ملے گا۔ اور یونس کیطرح قوم میں عزت پائیگا۔ سو یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔ کیونکہ مسیح زمین کے پیٹ میں سے نکل کر اپنی اُن قوموں کیطرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی تھیں یعنی بنی اسرائیل کے وہ دس فرقے جنکو شاہ سلمندر شاہ اسور سامریہ سے مسیح سے سات سو اکیس ۷۲۱ برس پیشتر اسیر کرکے لے گیا۔* آخر وہ ہندوستان کیطرف آکر اس ملک کے متفرق مقامات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے اور ضرور تھا کہ مسیح اس سفر کو اختیار کرتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کیطرف سے یہی اسکی نبوت کی علت غائی تھی کہ وہ اُن گمشدہ یہودیوں کو ملتا جو ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔ وجہ یہ کہ درحقیقت وہی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں تھیں جنہوں نے ان ملکوں میں آکر اپنے باپ دادے کا مذہب بھی ترک کردیا تھا اور اکثر اُنکے بدھ مذہب میں داخل ہوگئے تھے۔ اور پھر رفتہ رفتہ بت پرستی تک نوبت پہنچی تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر برنیر نے بھی اپنی کتاب وقائع سیر و سیاحت میں کئی اہل علم کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کشمیر کے باشندے دراصل یہودی ہیں کہ جو تفرقہ شاہ اسور کے ایام میں اس ملک میں آگئے تھے۔** بہرحال حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے یہ ضروری تھا کہ ان گمشدہ بھیڑوں کو تلاش کرتے جو اس ملک ہند میں آکر دوسری قوموں میں مخلوط ہوگئی تھیں۔ چنانچہ آگے چل کر ہم اس بات کا ثبوت دینگے کہ حضرت مسیح علیہ السلام فی الواقع اس ملک ہند میں آئے اور پھر منزل بمنزل کشمیر میں پہنچے اور اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کا بدھ مذہب میں پتہ لگالیا۔ اور اُنہوں نے آخر اُسکو اسی طرح قبول کیا جیسا کہ یونس کی قوم نے یونس کو قبول کرلیا تھا۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ مسیح انجیل میں اپنی زبان سے اس بات کو بیان کرتا ہے کہ وہ اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ماسوا اس کے صلیب کی موت سے نجات پانا اس کو اسلئے بھی ضروری تھا کہ مقدس کتاب میں لکھا ہے کہ جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے۔ اور لعنت کا ایک ایسا مفہوم ہے کہ جو عیسیٰ

---

* اور انکے سوا اور یہودی بھی بابلی حوادث سے مشرقی بلاد کی طرف جلاوطن ہوئے۔ منہ

** دیکھو جلد دوم واقعات سیر و سیاحت ڈاکٹر برنیر فرانسیسی۔

مسیح جیسے برگزیدہ پر ایک دم کے لئے بھی تجویز کرنا سخت ظلم اور نا انصافی ہے کیونکر بالاتفاق تمام اہل زبان لعنت کا مفہوم دل سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اُس حالت میں کسی کو ملعون کہا جائیگا۔ جب کہ حقیقت میں اُس کا دِل خدا سے برگشتہ ہو کر سیاہ ہو جائے اور خدا کی رحمت سے بے نصیب اور خدا کی محبت سے بے بہرہ اور خدا کی معرفت سے بکلی تہیدست اور خالی اور شیطان کیطرح اندھا اور بے بہرہ ہو کر گمراہی کے زہر سے بھرا ہوا ہو اور خدا کی محبت اور معرفت کا نور ایک ذرہ اُس میں باقی نہ رہے اور تمام تعلق مہر و وفا کا ٹوٹ جائے اور اُس میں اور خدا میں باہم بغض اور نفرت اور کراہت اور عداوت پیدا ہو جائے۔ یہانتک کہ خدا اُس کا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو جائے اور خدا اُس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جائے۔ غرض ہر ایک صفت میں شیطان کا وارث ہو جائے اور اسی وجہ سے لعین شیطان کا نام ہے۔* اب ظاہر ہے کہ ملعون کا مفہوم ایسا پلید اور ناپاک ہے کہ کسی طرح کسی راستباز پر جو کہ اپنے دل میں خدا کی محبت رکھتا ہے صادق نہیں آسکتا۔ افسوس کہ عیسائیوں نے اس اعتقاد کے ایجاد کرنے کے وقت لعنت کے مفہوم پر غور نہیں کی ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ لوگ ایسا خراب لفظ مسیح جیسے راستباز کی نسبت استعمال کر سکتے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح پر کبھی ایسا زمانہ آیا تھا کہ اُس کا دل درحقیقت خدا سے برگشتہ اور خدا کا منکر اور خدا سے بیزار اور خدا کا دشمن ہو گیا تھا کیا ہم گمان کر سکتے ہیں کہ مسیح کے دل نے کبھی یہ محسوس کیا تھا کہ وہ اب خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور کفر و انکار کی تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے؟ پھر اگر مسیح کے دل پر کبھی ایسی حالت نہیں آئی بلکہ وہ ہمیشہ محبت اور معرفت کے نور سے بھرا رہا تو اے دانشمندو! یہ سوچنے کا مقام ہے کہ کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کے دل پر نہ ایک لعنت بلکہ ہزاروں خدا کی لعنتیں اپنی کیفیت کے ساتھ نازل ہوئی تھیں۔ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ وہ لعنتی ہوا؟ ....

.... یہ کیسی نجات کی خواہش ہے جس سے ایک سچائی کا خون کیا جاتا اور ایک پاک نبی اور کامل انسان کی نسبت یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ گویا اس پر یہ حالت بھی آئی

* دیکھو کتب لغت۔ لسان العرب۔ صحاح جوہری۔ قاموس۔ محیط۔ تاج العروس وغیرہ۔ منہ

تھی کہ اُس کا خدائے تعالیٰ سے رشتہ تعلق ٹوٹ گیا تھا۔ اور بجائے یک دلی اور یک جہتی کے مغائرت اور مبائنت اور عداوت اور بیزاری پیدا ہوگئی تھی۔ اور بجائے نور کے دل پہ تاریکی چھا گئی تھی۔

یہ بھی یاد رہے کہ ایسا خیال صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی شانِ نبوت اور مرتبہ رسالت کے ہی مخالف نہیں بلکہ اُن کے اس دعویٰ کمال اور پاکیزگی اور محبت اور معرفت کے بھی مخالف ہے جو انہوں نے جا بجا انجیل میں ظاہر کیا ہے۔ انجیل کو پڑھ کر دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف دعویٰ کرتے ہیں کہ میں جہان کا نور ہوں۔ مَیں ہادی ہوں۔ اور مَیں خدا سے اعلیٰ درجہ کی محبت کا تعلق رکھتا ہوں۔ اور مَیں نے اُس سے پاک پیدائش پائی ہے اور مَیں خدا کا پیارا بیٹا ہوں۔ پھر باوجود ان غیر منفک اور پاک تعلقات کے لعنت کا ناپاک مفہوم کیونکر مسیح کے دل پر صادق آسکتا ہے ہرگز نہیں پس بلاشبہ یہ بات ثابت ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہؤا یعنے صلیب پہ نہیں مرا کیونکہ اُسکی ذات صلیب کے نتیجہ سے پاک ہے اور جبکہ مصلوب نہیں ہؤا تو لعنت کے ناپاک کیفیت سے بیشک اُسکے دل کو بچایا گیا۔ اور بلاشبہ اِس سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ وہ آسمان پر ہرگز نہیں گیا کیونکہ آسمان پر جانا اس منصوبہ کی ایک جزء تھی اور مصلوب ہونے کی ایک فرع تھی۔ پس جبکہ ثابت ہؤا کہ وہ نہ لعنتی ہؤا اور نہ تین دن کے لئے دوزخ میں گیا۔ اور نہ مرا تو پھر یہ دوسری جزء آسمان پر جانے کی بھی باطل ثابت ہوئی اور اس پر اور بھی دلائل ہیں جو انجیل سے پیدا ہوتے ہیں اور وہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ منجملہ اُنکے ایک یہ قول ہے جو مسیح کے مُنہ سے نکلا "لیکن میں اپنے جی اُٹھنے کے بعد تم سے آگے جلیل کو جاؤں گا" دیکھو متی باب ۲۶ آیت ۳۲۔ اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح قبر سے نکلنے کے بعد جلیل کی طرف گیا تھا نہ آسمان کی طرف۔ اور مسیح کا یہ کلمہ کہ "اپنے جی اُٹھنے کے بعد" اس سے مرنے کے بعد جینا مراد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ چونکہ یہودیوں اور عام لوگوں کی نظر میں وہ صلیب پر مر چکا تھا اس لئے مسیح نے پہلے سے اُنکے آیندہ خیالات کے موافق یہ کلمہ استعمال کیا۔ اور درحقیقت جس

شخص کو صلیب پر کھینچا گیا اور اُسکے پیروں اور ہاتھوں میں کیل ٹھوکے گئے یہانتک کہ وہ اُس تکلیف سے غشی میں ہو کر مُردہ کی سی حالت میں ہو گیا۔ اگر وہ ایسے صدمہ سے نجات پا کر پھر ہوش کی حالت میں آجائے تو اُس کا یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ میں پھر زندہ ہو گیا اور بلا شبہ اس صدمہ عظیمہ کے بعد مسیح کا بچ جانا ایک معجزہ تھا معمولی بات نہیں تھی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ مسیح کی جان نکل گئی تھی۔ سچ ہے کہ انجیلوں میں ایسے لفظ موجود ہیں لیکن یہ اُسی قسم کی انجیل نویسوں کی غلطی ہے جیسا کہ اور بہت سے تاریخی واقعات کے لکھنے میں انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ انجیلوں کے محقق شارحوں نے اس بات کو مان لیا ہے کہ انجیلوں میں دو حصے ہیں (۱) ایک دینی تعلیم ہے جو حواریوں کو حضرت مسیح علیہ السلام سے ملی تھی جو اصل رُوح انجیل کا ہے (۲) دُوسرے تاریخی واقعات ہیں جیسے حضرت عیسٰی کا شجرہ نسب اور اُن کا پکڑا جانا اور مارا جانا اور مسیح کے وقت میں ایک معجزہ نما تالاب کا ہونا وغیرہ یہ وہ امور ہیں جو لکھنے والوں نے اپنی طرف سے لکھے تھے۔ سو یہ باتیں الہامی نہیں ہیں بلکہ لکھنے والوں نے اپنے خیال کے موافق لکھے ہیں اور بعض جگہ مبالغہ بھی حد سے زیادہ کیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ لکھا ہے کہ جس قدر مسیح نے کام کئے یعنے معجزات دکھلائے اگر وہ کتابوں میں لکھے جاتے تو وہ کتابیں دُنیا میں سما نہ سکتیں۔ یہ کس قدر مبالغہ ہے۔

ماسوا اسکے ایسے بڑے صدمہ کو جو مسیح پر وارد ہوا تھا موت کے ساتھ تعبیر کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے۔ ہر ایک قوم میں قریباً یہ محاورہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص ایک مہلک صدمہ میں مبتلا ہو کر پھر آخر بچ جائے۔ اُسکو کہا جاتا ہے کہ نئے سرے زندہ ہوا اور کسی قوم اور ملک کے محاورہ میں ایسی بول چال میں کچھ بھی تکلف نہیں۔

ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے لائق ہے کہ برنباس کی انجیل میں جو غالباً لنڈن کے کتب خانہ میں بھی ہو گی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا۔ اور نہ صلیب پر جان دی۔ اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی فیصلہ کے رد کر دی گئی ہے مگر اس میں کیا شک ہے کہ یہ ایک پُرانی

کتاب ہے اور اُسی زمانہ کی ہے جبکہ دُوسری انجیلیں لکھی گئیں۔ کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پُرانی اور دیرینہ کتاب کو عہد قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اس سے فائدہ اُٹھاویں؟ اور کیا کم سے کم اس کتاب کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مسیح علیہ السلام کے صلیب کے وقت تمام لوگ اس بات پر اتفاق نہیں رکھتے تھے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے۔ پھر ماسوا اس کے جبکہ خود ان چار انجیلوں میں ایسے استعارات موجود ہیں کہ ایک مردہ کو کہدیا ہے کہ یہ سوتا ہے مرا نہیں تو اس حالت میں اگر غشی کی حالت میں مُردہ کا لفظ بولا گیا تو کیا یہ بعید ہے۔ ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ نبی کے کلام میں جھوٹ جائز نہیں۔ مسیح نے اپنی قبر میں رہنے کے تین دن کو یونس کے تین دنوں سے مشابہت دی ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیساکہ یونس تین دن مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا۔ ایسا ہی مسیح بھی تین دن قبر میں زندہ رہا۔ اور یہودیوں میں اُس وقت کی قبریں اس زمانہ کی قبروں کے مشابہ نہ تھیں بلکہ وہ ایک کوٹھے کیطرح اندر سے بہت فراخ ہوتی تھیں۔ اور ایک طرف کھڑکی ہوتی تھی۔ جس کو ایک بڑے پتھر سے ڈھانکا ہوُا ہوتا تھا۔ اور عنقریب ہم اپنے موقعہ پر ثابت کرینگے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر جو حال میں سری نگر کشمیر میں ثابت ہوئی ہے وہ بعینہٖ اسی طرز کی قبر ہے جیساکہ یہ قبر تھی جس میں حضرت مسیح غشی کی حالت میں رکھے گئے۔

غرض یہ آیت جس کو ابھی ہم نے لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح قبر سے نکل کر گلیل کی طرف گیا۔ اور مرقس کی انجیل میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے نکل کر جلیل کی سڑک پر جاتا ہوُا دکھائی دیا اور آخر اُن گیاراں حواریوں کو ملا جبکہ وہ کھانا کھا رہے تھے اور اپنے ہاتھ اور پاؤں جو زخمی تھے دکھائے اور انہوں نے گمان کیا کہ شائد یہ روح ہے۔ تب اُس نے کہا کہ مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ رُوح کو جسم اور ہڈی نہیں جیساکہ مجھ میں دیکھتے ہو اور اُن سے ایک بھُونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کا ایک چھتّا لیا اور اُن کے سامنے کھایا۔ دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۱۴۔ اور لوقا باب ۲۴۔ آیت ۳۹۔ اور ۴۰۔ اور ۴۱۔ اور ۴۲۔ ان آیات سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ہرگز

آسمان پر نہیں گیا بلکہ قبر سے نکل کر جلیل کیطرف گیا اور معمولی جسم اور معمولی کپڑوں میں انسانوں کیطرح تھا۔ اگر وہ مرکر زندہ ہوتا تو کیونکر ممکن تھا کہ جلالی جسم میں صلیب کے زخم باقی رہ جاتے اور اسکو روٹی کھانے کی کیا حاجت تھی اور اگر تھی تو پھر اب بھی روٹی کھانے کا محتاج ہوگا۔

ناظرین کو اس دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ یہودیوں کی صلیب اِس زمانہ کی پھانسی کی طرح ہوگی جس سے نجات پانا قریباً محال ہے کیونکہ اس زمانہ کی صلیب میں کوئی رسّا گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا اور نہ تختہ پر سے گرا کر لٹکایا جاتا تھا بلکہ صرف صلیب پر کھینچ کر ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھونکے جاتے تھے اور یہ بات ممکن ہوتی تھی کہ اگر صلیب پر کھینچنے اور کیل ٹھونکنے کے بعد ایک دو دن تک کسی کی جان بخشی کا ارادہ ہو تو اُسی قدر عذاب پر کفایت کرکے ہڈیاں توڑنے سے پہلے اُسکو زندہ اُتار لیا جائے۔ اور اگر مارنا ہی منظور ہوتا تھا تو کم سے کم تین دن تک صلیب پر کھینچا ہوا رہنے دیتے تھے اور پانی اور روٹی نزدیک نہ آنے دیتے تھے اور اسی طرح دھوپ میں تین دن یا اس سے زیادہ چھوڑ دیتے تھے اور پھر اس کے بعد اس کی ہڈیاں توڑتے تھے۔ اور پھر آخر ان تمام عذابوں کے بعد وہ مرجاتا تھا۔ لیکن خدا تعالےٰ کے فضل وکرم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اس درجہ کے عذاب سے بچا لیا جس سے زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ انجیلوں کو ذرہ غور کی نظر سے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تین دن تک صلیب پر رہے اور نہ تین دن کی بھوک اور پیاس اٹھائی اور نہ اُن کی ہڈیاں توڑی گئیں بلکہ قریباً دو گھنٹہ تک صلیب پر رہے اور خدا کے رحم اور فضل نے انکے لئے یہ تقریب قائم کر دی کہ دن کے اخیر حصے میں صلیب دینے کی تجویز ہوئی اور وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف تھوڑا سا دن باقی تھا اور اگلے دن سبت اور یہودیوں کی عید فسح تھی اور یہودیوں کے لئے یہ حرام اور قابل سزا جرم تھا کہ کسی کو سبت یا سبت کی رات میں صلیب پر رہنے دیں۔ اور مسلمانوں کی طرح یہودی بھی قمری حساب رکھتے تھے اور رات دن پر مقدم سمجھی جاتی تھی۔ پس ایک طرف تو یہ تقریب تھی کہ جو زمینی اسباب سے پیدا ہوئی۔ اور دوسری طرف آسمانی اسباب خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ پیدا ہوئے کہ جب چھٹا

گھنٹہ ہوُا تو ایک ایسی آندھی آئی جس سے ساری زمین پر اندھیرا چھا گیا اور وہ اندھیرا تین گھنٹے برابر رہا۔ دیکھو مرقس باب ۱۵۔ آیت ۳۳۔ یہ چھٹا گھنٹہ بارہ بجے کے بعد تھا یعنے وہ وقت جو شام کے قریب ہوتا ہے۔ اب یہودیوں کو اس شدّت اندھیرے میں یہ فکر پڑی کہ مبادا سبت کی رات آجائے اور وہ سبت کے مجرم ہوکر تاوان کے لائق ٹھہریں۔ اِس لئے اُنہوں نے جلدی سے مسیح کو اور اُسکے ساتھ کے دو چوروں کو بھی صلیب پر سے اُتار لیا۔ اور اس کے ساتھ ایک اور آسمانی سبب یہ پیدا ہوُا کہ جب پلاطوس کچہری کی مسند پر بیٹھا تھا اسکی جورو نے اُسے کہلا بھیجا کہ تو اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھ (یعنے اس کے قتل کرنے کے لئے سعی نہ کر) کیونکہ مَیں نے آج رات خواب میں اسکے سبب سے بہت تکلیف پائی۔ دیکھو متی باب ۲۷ آیت ۱۹۔ سو یہ فرشتہ جو خواب میں پلاطس کی جورو کو دکھایا گیا۔ اِس سے ہم اور ہر ایک منصف یقینی طور پر یہ سمجھے گا کہ خدا کا ہرگز یہ منشاء نہ تھا کہ مسیح صلیب پر وفات پاوے۔ جب سے کہ دُنیا پیدا ہوئی آجتک یہ کبھی نہ ہوُا کہ جس شخص کے بچانے کے لئے خدا تعالیٰ رؤیا میں کسی کو ترغیب دے کہ ایسا کرنا چاہیئے تو وہ بات خطا جائے۔ مثلاً انجیل متی میں لکھا ہے کہ خداوند کے ایک فرشتہ نے یوسف کو خواب میں دکھائی دے کے کہا۔ "اُٹھ اس لڑکے اور اس کی ماں کو ساتھ لے کر مصر کو بھاگ جا اور وہاں جب تک مَیں تجھے خبر نہ دُوں ٹھہرا رہ کیونکہ ہیرودوس اِس لڑکے کو ڈھونڈیگا کہ مار ڈالے۔" دیکھو انجیل متی باب ۲ آیت ۱۳۔ اَب کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یسوع کا مصر میں پہنچکر مارا جانا ممکن تھا۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک تدبیر تھی کہ پلاطوس کی جورو کو مسیح کے لئے خواب آئی۔ اور ممکن نہ تھا کہ یہ تدبیر خطا جاتی۔ اور جس طرح مصر کے قصہ میں مسیح کے مارے جانے کا اندیشہ ایک ایسا خیال ہے جو خدائے تعالیٰ کے ایک مقرر شدہ وعدہ کے برخلاف ہے۔ اسی طرح اس جگہ بھی یہ خلاف قیاس بات ہے کہ خدائے تعالیٰ کا فرشتہ پلاطوس کی جورو کو نظر آوے اور وہ اس ہدایت کی طرف اشارہ کرے کہ اگر مسیح صلیب پر فوت ہوگیا۔ تو یہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا تو پھر اس غرض سے فرشتہ کا ظاہر ہونا بے سود جاوے اور

مسیح صلیب پر مارا جائے کیا اسکی دُنیا میں کوئی نظیر ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہر ایک نیک دل انسان کا پاک کانشنس جب پلاطوس کی بیوی کے خواب پر اطلاع پائے گا تو بیشک وہ اپنے اندر اس شہادت کو محسوس کرے گا کہ درحقیقت اس خواب کا منشا یہی تھا کہ مسیح کے چھوڑانے کی ایک بنیاد ڈالی جائے۔ یوں تو دنیا میں ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنے عقیدہ کے تعصب سے ایک کھلی کھلی سچائی کو ردّ کر دے اور قبول نہ کرے لیکن انصاف کے رُو سے ماننا پڑتا ہے کہ پلاطوس کی بیوی کی خواب مسیح کے صلیب سے بچنے پر ایک بڑے وزن کی شہادت ہے۔ اور سب سے اوّل درجہ کی انجیل یعنے متی نے اس شہادت کو قلمبند کیا ہے۔ اگرچہ ایسی شہادتوں سے جو مَیں بڑے زور سے اِس کتاب میں لکھوں گا۔ مسیح کی خدائی اور مسئلہ کفارہ یک لخت باطل ہوتا ہے لیکن ایمانداری اور حق پسندی کا ہمیشہ یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم سچائی کے قبول کرنے میں قوم اور برادری اور عقائد رسمیّہ کی کچھ پرواہ نہ کریں۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے آجتک اُسکی کوتہ اندیشیوں نے ہزاروں چیزوں کو خدا بنا ڈالا ہے۔ یہانتک کہ بلّیوں اور سانپوں کو بھی پُوجا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی عقلمند لوگ خداداد توفیق سے اِس قسم کے مشرکانہ عقیدوں سے نجات پاتے آئے ہیں۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۶ تا ۲۴

نیز دیکھیں (بعض دلائل) تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۴

و صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰

❋

صلیبی موت سے نجات کے بارہ میں انجیلی شہادتیں

۲۱۱ اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہمیں مسیح ابن مریم کی صلیبی موت سے محفوظ رہنے پر ملتی ہیں۔ اس کا وہ سفر دُور دراز ہے جو قبر سے نکل کر جلیل کی طرف اُس نے کیا۔ چنانچہ اتوار کی صبح کو پہلے وہ مریم مگدلینی کو ملا۔ مریم نے فی الفور حواریوں کو خبر کی کہ مسیح تو جیتا ہے لیکن وہ یقین نہ لائے پھر وہ حواریوں میں سے دو کو جبکہ وہ دیہات کی طرف جاتے تھے دکھائی دیا آخر وہ گیارھوں کو جبکہ وہ کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اُنکی بے ایمانی اور سخت دلی پر ملامت کی۔ دیکھو انجیل مرقس باب ۱۶۔ آیت ۹ سے آیت ۱۴ تک۔ اور جب مسیح کے حواری سفر کرتے ہوئے اُس بستی کی طرف جا رہے تھے جس کا نام اِملوس ہے جو یروشلم سے پونے چار کوس کے فاصلے پر ہے تب مسیح اُنکو ملا۔ اور جب وہ اس بستی کے نزدیک پہنچے۔ تو مسیح نے آگے بڑھ کر چاہا کہ ان سے الگ ہو جائے تب انہوں نے اُس کو جانے سے روک لیا کہ آج رات ہم اکٹھے رہیں گے۔ اور اُس نے اُن کے ساتھ بیٹھ کر روٹی کھائی اور وہ سب مع مسیح کے اِملوس نام ایک گاؤں میں رات رہے۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ آیت ۱۳ سے ۳۱ تک۔ اب ظاہر ہے کہ ایک جلالی جسم کے ساتھ جو موت کے بعد خیال کیا گیا ہے مسیح سے فانی جسم کے عادات صادر ہونا اور کھانا اور پینا اور سونا اور جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کرنا جو یروشلم سے قریباً ستر کوس کے فاصلے پر تھا بالکل غیر ممکن اور نامعقول بات ہے اور باوجود اسکے کہ خیالات کے میلان کی وجہ سے انجیلوں کے ان قصوں میں بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے تاہم جس قدر الفاظ پائے جاتے ہیں اُن سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اُسی فانی اور معمولی جسم

سے اپنے حواریوں کو ملا اور پیادہ پا جلیل کی طرف ایک لمبا سفر کیا اور حواریوں کو اپنے زخم دکھلائے اور رات اُن کے پاس روٹی کھائی اور سویا۔ اور آگے چل کر ہم ثابت کریں گے کہ اُس نے اپنے زخموں کا ایک مرہم کے استعمال سے علاج کیا۔

اب یہ مقام ایک سوچنے کا مقام ہے کہ کیا ایک جلالی اور ابدی جسم پانے کے بعد یعنے اُس غیر فانی جسم کے بعد جو اس لائق تھا کہ کھانے پینے سے پاک ہو کر ہمیشہ خدائے تعالیٰ کے دائیں ہاتھ بیٹھے اور ہر ایک داغ اور درد اور نقصان سے منزّہ ہو۔ اور ازلی ابدی خدا کے جلال کا اپنے اندر رنگ رکھتا ہو۔ ابھی اسمیں یہ نقص باقی رہ گیا کہ اُس پر صلیب اور کیلوں کے تازہ زخم موجود تھے جن سے خون بہتا تھا اور درد اور تکلیف اُنکے ساتھ تھی جنکے واسطے ایک مرہم بھی طیار کیگئی تھی۔ اور جلالی اور غیر فانی جسم کے بعد بھی جو ابد تک سلامت اور بے عیب اور کامل اور غیر متغیر چاہیئے تھا کئی قسم کے نقصانوں سے بھرا رہا اور خود مسیح نے حواریوں کو اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلائیں اور پھر اسی پر کفایت نہیں بلکہ اس فانی جسم کے لوازم میں سے بھوک اور پیاس کی درد بھی موجود تھی۔ ورنہ اس لغو حرکت کی کیا ضرورت تھی کہ مسیح جلیل کے سفر میں کھانا کھاتا اور پانی پیتا اور آرام کرتا اور سوتا۔ اس میں کیا شک ہے کہ اس عالم میں جسم فانی کے لئے بھوک اور پیاس بھی ایک درد ہے جس کے حد سے زیادہ ہونے سے انسان مر سکتا ہے۔ پس بلاشبہ یہ بات سچ ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور نہ کوئی نیا جلالی جسم پایا بلکہ ایک غشی کی حالت ہو گئی تھی جو مرنے سے مشابہ تھی۔ اور خدائیتعالیٰ کے فضل سے یہ اتفاق ہوا کہ جس قبر میں وہ رکھا گیا وہ اس ملک کی قبروں کی طرح نہ تھی بلکہ ایک ہوادار کوٹھہ تھا جس میں ایک کھڑکی تھی۔ اور اُس زمانہ میں یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ قبر کو ایک ہوادار اور کشادہ کوٹھہ کی طرح بناتے تھے اور اس میں ایک کھڑکی رکھتے تھے اور ایسی قبریں پہلے سے موجود رہتی تھیں۔ اور پھر وقت پر میّت اس میں رکھی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ گواہی انجیلوں سے صاف طور پر ملتی ہے۔ انجیل لوقا میں یہ عبارت ہے۔" اور وے یعنے عورتیں اتوار کے دن بڑے تڑکے یعنے کچھ اندھیرے سے ہی اُن خوشبوؤں کو جو طیار کی تھیں لے کر قبر پر آئیں اور اُن کے ساتھ کئی

اور بھی عورتیں تھیں۔ اور انہوں نے پتھر کو قبر پر سے ڈھلکا ہؤا پایا (اس مقام میں ذرہ غور کرو) اور اندر جا کے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی" دیکھو لوقا باب ۲۴- آیت ۲ و ۳ - اب اندر جانے کے لفظ کو ذرہ سوچو۔ ظاہر ہے کہ اُسی قبر کے اندر انسان جا سکتا ہے کہ جو ایک کوٹھے کی طرح ہو۔ اور اُس میں کھڑکی ہو۔ اور ہم اپنے محل پر اسی کتاب میں بیان کریں گے کہ حال میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں پائی گئی ہے - وہ بھی اس قبر کی طرح کھڑکی دار ہے۔ اور یہ ایک بڑے راز کی بات ہے جس پر توجہ کرنے سے محققین کے دل ایک عظیم الشان نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۴ تا ۲۷

۲۱۲

اور منجملہ ان شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں پلاطس کا وہ قول ہے جو انجیل مرقس میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے" اور جبکہ شام ہوئی اس لئے کہ تیاری کا دن تھا جو سبت سے پہلے ہوتا۔ یوسف ارمتیا جو نامور مشیر اور وہ خود خدا کی بادشاہت کا منتظر تھا آیا اور دلیری سے پلاطس کے پاس جا کے یسوع کی لاش مانگی اور پلاطس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ ایسے ایسا جلد مرگیا" دیکھو مرقس باب ۱۶ آیت ۴۲ سے ۴۴ تک۔ اِس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ عین صلیب کی گھڑی میں ہی یسوع کے مرنے پر شبہ ہؤا۔ اور شبہ بھی ایسے شخص نے کیا جس کو اِس بات کا تجربہ تھا کہ اس قدر مدت میں صلیب پر جان نکلتی ہے۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۷

۲۱۳

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل کی وہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں" پھر یہودیوں نے اُس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہ جائیں۔ کیونکہ وہ دن طیاری کا تھا۔ بلکہ بڑا ہی سبت تھا۔ پلاطوس سے عرض کی کہ انکی ٹانگیں توڑی اور لاشیں اتاری جائیں۔ تب سپاہیوں نے آکر پہلے اور دُوسرے کی ٹانگیں جو اس کے ساتھ

صلیب پر کھینچے گئے تھے توڑیں۔ لیکن جب انہوں نے یسوع کی طرف آکے دیکھا۔ کہ وہ مرچکا ہے تو اُس کی ٹانگیں نہ توڑیں۔ پر سپاہیوں میں سے ایک نے بھالے سے اُس کی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا" دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۱ سے ۳۴ تک۔ ان آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت کسی مصلوب کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے لئے یہ دستور تھا کہ جو صلیب پر کھینچا گیا ہو اُس کو کئی دن صلیب پر رکھتے تھے اور پھر اُس کی ہڈیاں توڑتے تھے لیکن مسیح کی ہڈیاں دانستہ نہیں توڑی گئیں اور وہ ضرور صلیب پر سے ان دو چوروں کی طرح زندہ اُتارا گیا۔ اسی وجہ سے پسلی چھیدنے سے خون بھی نکلا۔ مُردہ کا خون جم جاتا ہے۔ اور اس جگہ یہ بھی صریح معلوم ہوتا ہے کہ اندرونی طور پر یہ کچھ سازش کی بات تھی۔ پلاطوس ایک خدا ترس اور نیک دل آدمی تھا کھلی کھلی رعایت سے قیصر سے ڈرتا تھا کیونکہ یہودی مسیح کو باغی ٹھہراتے تھے مگر وہ خوش قسمت تھا کہ اُس نے مسیح کو دیکھا۔ لیکن قیصر نے اس نعمت کو نہ پایا۔ اُس نے نہ صرف دیکھا بلکہ بہت رعایت کی۔ اور اُس کا ہرگز منشار نہ تھا کہ مسیح صلیب پاوے۔ چنانچہ انجیلوں کے دیکھنے سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ پلاطوس نے کئی دفعہ ارادہ کیا کہ مسیح کو چھوڑ دے۔ لیکن یہودیوں نے کہا کہ اگر تو اس مرد کو چھوڑ دیتا ہے تو تُو قیصر کا خیر خواہ نہیں اور یہ کہا کہ یہ باغی ہے اور خود بادشاہ بننا چاہتا ہے دیکھو یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۲۔ اور پلاطوس کی بیوی کی خواب اور بھی اس بات کی محرک ہوئی تھی کہ کسی طرح مسیح کو مصلوب ہونے سے بچایا جائے۔ ورنہ اُن کی اپنی تباہی ہے۔ مگر چونکہ یہودی ایک شریر قوم تھی اور پلاطوس پر قیصر کے حضور میں مخبری کرنے کو بھی طیار تھے۔ اس لئے پلاطوس نے مسیح کے چھڑانے میں حکمت عملی سے کام لیا۔ اوّل تو مسیح کو مصلوب ہونا ایسے دن پر ڈال دیا کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور صرف چند گھنٹے دن سے باقی تھے اور بڑے سبت کی رات قریب تھی اور پلاطوس خوب جانتا تھا کہ یہودی اپنی شریعت کے حکموں کے موافق صرف شام کے وقت تک ہی مسیح کو صلیب پر رکھ سکتے ہیں۔ اور پھر شام ہوتے ہی اُن کا سبت ہے جس میں صلیب پر رکھنا روا نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مسیح شام سے پہلے

صلیب پر سے اُتارا گیا۔ اور یہ قریب قیاس نہیں کہ دونوں چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے تھے وہ زندہ رہے۔ مگر مسیح صرف دو گھنٹہ تک مر گیا بلکہ یہ صرف ایک بہانہ تھا جو مسیح کو ہڈیاں توڑنے سے بچانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ سمجھ دار آدمی کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ دونوں چور صلیب پر سے زندہ اُتارے گئے اور ہمیشہ معمول تھا کہ صلیب پر سے لوگ زندہ اُتارے جاتے تھے اور صرف اس حالت میں مرتے تھے کہ ہڈیاں توڑی جائیں اور یا بھوک اور پیاس کی حالت میں چند روز صلیب پر رہ کر جان نکلتی تھی۔ مگر ان باتوں میں سے کوئی بات بھی مسیح کو پیش نہ آئی نہ وہ کئی دن صلیب پر بھوکا پیاسا رکھا گیا اور نہ اُس کی ہڈیاں توڑی گئیں اور یہ کہہ کر کہ مسیح مر چکا ہے۔ یہودیوں کو اس کی طرف سے غافل کر دیا گیا۔ مگر چوروں کی ہڈیاں توڑ کر اسی وقت اُنکی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بات تو تب تھی کہ اُن دونوں چوروں میں سے بھی کسی کی نسبت کہا جاتا کہ یہ مر چکا ہے۔ اس کی ہڈیاں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور یوسف نام پلاطوس کا ایک معزز دوست تھا۔ جو اُس نواح کا رئیس تھا اور مسیح کے پوشیدہ شاگردوں میں داخل تھا وہ عین وقت پر پہنچ گیا۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی پلاطوس کے اشارہ سے بلایا گیا تھا مسیح کو ایک لاش قرار دیکر اُسکے سپرد کر دیا گیا کیونکہ وہ ایک بڑا آدمی تھا اور یہودی اسکے ساتھ کچھ پرخاش نہیں کر سکتے تھے۔ جب وہ پہنچا تو مسیح کو جو غشی میں تھا ایک لاش قرار دیکر اس نے لیا اور اسی جگہ ایک وسیع مکان تھا جو اُس زمانہ کی رسم پر قبر کے طور پر بنایا گیا تھا اور اس میں ایک کھڑکی بھی تھی اور ایسے موقع پر تھا جو یہودیوں کے تعلق سے الگ تھا۔ اسی جگہ پلاطوس کے اشارہ سے مسیح کو رکھا گیا۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۷ تا ۲۹

پیلاطوس کی بیوی کو فرشتہ نے خواب میں کہا کہ اگر یسوع سولی پر مر گیا تو اس میں تمہاری تباہی ہے اور اس بات کی خدا تعالیٰ کی کتابوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی کو خواب میں فرشتہ کہے کہ اگر ایسا کام نہیں کرو گے تو تم تباہ ہو جاؤ گے اور

۲۱۴

پھر فرشتہ کے کہنے کا ان کے دلوں پر کچھ بھی اثر نہ ہو۔ اور وہ کہنا ایگان جائے۔ اور اسی طرح یہ بات بھی سراسر فضول اور جھوٹ معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا تو پختہ ارادہ ہو کہ وہ یسوع مسیح کو سولی دے اور اس طرح پر لوگوں کو عذاب ابدی سے بچاوے۔ اور فرشتہ خواہ نخواہ یسوع مسیح کے بچانے کے لئے تڑپتا پھرے۔ کبھی پیلاطوس کے دل میں ڈالے کہ مسیح بے گناہ ہے اور کبھی پیلاطوس کے سپاہیوں کو اس پر مہربان کرے اور ترغیب دے کہ وہ اس کی ہڈی نہ توڑیں۔ اور کبھی پیلاطوس کی بیوی کے خواب میں آوے اور اس کو یہ کہے کہ اگر یسوع مسیح سولی پر مر گیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خدا اور فرشتہ کا باہم اختلاف رائے ہو۔ اور پھر رہائی کے اسباب میں سے جو ان چار انجیلوں میں مرقوم ہیں۔ ایک یہ بھی سبب ہے کہ یہودیوں کو یہ موقع نہ ملا کہ وہ قدیم دستور کے موافق پانچ چھ روز تک حضرت مسیح کو صلیب پر لٹکا رکھتے تا بھوک اور پیاس اور دھوپ کے اثر سے مر جاتا اور نہ دستور قدیم کے موافق ان کی ہڈیاں توڑی گئیں جیسا کہ چوروں کی توڑی گئیں۔ اگرچہ یہ رعایت مخفی طور پر پیلاطوس کی طرف سے تھی کیونکہ رعب ناک خواب نے اس کی بیوی کا دل ہلا دیا تھا۔ لیکن آسمان سے بھی یہی ارادہ زور مار رہا تھا۔ ورنہ کیا ضرورت تھی کہ عین صلیب دینے کے وقت سخت آندھی آتی اور زمین پر سخت تاریکی چھا جاتی اور ڈرانے والا زلزلہ آتا۔ اصل بات یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہودیوں کے دل ڈر جائیں۔ اور نیز ان پر وقت مشتبہ ہو کر سبت کے توڑنے کا فکر بھی ان کو دامن گیر ہو جائے۔ کیونکہ جس وقت حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے وہ جمعہ کا دن تھا اور قریباً دوپہر کے بعد تین بجے تھے۔ اور یہودیوں کو سخت ممانعت تھی کہ کوئی مصلوب سبت کے دن یا سبت کی رات جو جمعہ کے بعد آتی ہے صلیب پر لٹکا نہ رہے۔ اور یہودی قمری حساب کے پابند تھے۔ اس لئے وہ سبت کی رات اس رات کو سمجھتے تھے کہ جب جمعہ کے دن کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ پس آندھی اور سخت تاریکی کے پیدا ہونے سے یہودیوں کے دلوں میں یہ کھٹکا شروع ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ لاشوں کو سبت کی رات میں صلیب پر رکھ کر سبت کے مجرم ہوں اور مستحق سزا ٹھہریں۔ اور دوسرے دن عید فسح بھی تھی جس میں خاص طور پر صلیب دینے کی ممانعت تھی۔ پس جبکہ آسمان سے یہ اسباب پیدا ہو گئے۔ اور نیز یہودیوں کے دلوں پر الٰہی رعب بھی غالب آ گیا۔ تو ان کے دلوں میں یہ دھڑکہ شروع ہو گیا کہ ایسا نہ ہو کہ

اس تاریکی میں سبت کی رات آ جائے۔ لہذا مسیح اور چوروں کو جلد صلیب پر سے اتار لیا گیا۔ اور سپاہیوں نے یہ چالاکی کی کہ پہلے چوروں کی ٹانگوں کو توڑنا شروع کر دیا۔ اور ایک نے ان میں سے یہ مکر کیا کہ مسیح کی نبض دیکھ کر کہہ دیا کہ یہ تو مر چکا ہے۔ اب اس کی ٹانگیں توڑنے کی ضرورت نہیں۔ اور پھر یوسف نام ایک تاجر نے ایک بڑے کوٹھے میں ان کو رکھ دیا۔ اور وہ کوٹھا ایک باغ میں تھا۔ اور یہودی مردوں کے لئے ایسے وسیع کوٹھے کھڑکی دار بھی بنایا کرتے تھے۔ غرض حضرت مسیح اس طرح بچ گئے۔ اور پھر چالیس دن تک مرہم عیسیٰ سے ان کے زخموں کا علاج ہوتا رہا۔ اور پھر جب خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے حضرت مسیح علیہ السلام کو مرہم عیسیٰ کے استعمال سے شفا ہو گئی اور تمام صلیبی زخم اچھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس ملک سے انہوں نے پوشیدہ طور پر ہجرت کی جیسا کہ سنّت انبیاء ہے۔ اور اس ہجرت میں ایک یہ بھی حکمت تھی کہ تا خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کی سنت ادا ہو جائے۔ کیونکہ اب تک وہ اپنے وطن کی چار دیواری میں ہی پھرتے تھے۔ اور ہجرت کی تلخی نہیں اٹھائی تھی۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اپنی ہجرت کی طرف اشارہ بھی کیا تھا جیسا کہ انجیل میں ان کا یہ قول ہے کہ "نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں۔" الغرض پھر آپ پیلاطوس کے ملک سے گلیل کی طرف پوشیدہ طور پر آئے۔ اور اپنے حواریوں کو گلیل کی سڑک پر ملے۔ اور ایک گاؤں میں ان کے ساتھ اکٹھے رات رہے۔ اور اکٹھے کھانا کھایا۔

تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۴

نیز دیکھیں۔ ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۹۴ تا ۲۹۷

۲۱۵

پیلاطوس اپنے اس قول پر قائم نہ رہ سکا۔ اور جب اس کو کہا گیا کہ قیصر کے پاس تیری شکایت کریں گے تو وہ ڈر گیا اور حضرت مسیح کو اس نے عمداً خونخوار یہودیوں کے حوالہ کر دیا۔ گو وہ اس سپردگی سے غمگین تھا اور اس کی عورت بھی غمگین تھی کیونکہ وہ دونوں مسیح کے سخت معتقد تھے۔ لیکن یہودیوں کا سخت شور و غوغا دیکھ کر بزدلی اس پر غالب آ گئی۔ ہاں البتہ پوشیدہ طور پر اس نے بہت سعی کی کہ مسیح کی جان کو صلیب سے بچایا جاوے۔ اور اس سعی میں وہ کامیاب بھی ہو گیا۔ مگر بعد اس کے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور شدّت درد سے ایک ایسی سخت غشی میں آ گیا کہ گویا وہ موت ہی

تھی۔ بہر حال پیلاطوس رومی کی کوشش سے مسیح ابن مریم کی جان بچ گئی اور جان بچنے کے لئے پہلے سے مسیح کی دعا منظور ہو چکی تھی۔ دیکھو عبرانیاں باب ۵ آیت ۷۔ بعد اس کے اس زمین سے مسیح پوشیدہ طور پر بھاگ کر کشمیر کی طرف آ گیا اور وہیں فوت ہوا۔ اور تم سن چکے ہو کہ سری نگر محلّہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔ یہ سب پیلاطوس کی سعی کا نتیجہ تھا۔

کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۷، ۵۸

۲۱۶ اور منجملہ ان شہادتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب سے محفوظ رہنے کے بارے میں ہمیں انجیل سے ملتی ہیں وہ شہادت ہے جو انجیل متی باب ۲۶ میں یعنے آیت ۳۶ سے آیت ۴۶ تک مرقوم ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام گرفتار کئے جانے کا الہام پاکر تمام رات جناب الٰہی میں رو رو کر اور سجدے کرتے ہوئے دُعا کرتے رہے۔ اور ضرور تھا کہ ایسی تضرّع کی دُعا جس کے لئے مسیح کو بہت لمبا وقت دیا گیا تھا قبول کی جاتی۔ کیونکہ مقبول کا سوال جو بیقراری کے وقت کا سوال ہو۔ ہرگز ردّ نہیں ہوتا۔ پھر کیوں مسیح کی ساری رات کی دُعا اور دردمند دل کی دُعا اور مظلومانہ حالت کی دُعا ردّ ہو گئی۔ حالانکہ مسیح دعویٰ کرتا ہے کہ باپ جو آسمان پر ہے میری سُنتا ہے۔ پس کیونکر باور کیا جائے کہ خدا اُسکی سُنتا تھا جبکہ ایسی بیقراری کی دُعا سُنی نہ گئی۔ اور انجیل سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو دِلی یقین تھا کہ اُس کی وہ دُعا ضرور قبول ہو گئی اور اس دُعا پر اُس کو بہت بھروسہ تھا۔ اِسی وجہ سے جب وہ پکڑا گیا اور صلیب پر کھینچا گیا اور ظاہری علامات کو اُسنے اپنی امید کے موافق نہ پایا تو بے اختیار اُس کے مُنہ سے نکلا کہ ”ایلی ایلی لما سبقتانی“ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ یعنے مجھے یہ اُمید ہرگز نہیں تھی کہ میرا انجام یہ ہوگا اور مَیں صلیب پر مَروں گا۔ اور مَیں یقین رکھتا تھا کہ تو میری دُعا سُنے گا۔ پس ان دونوں مقامات انجیل سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کو خود دِلی یقین تھا کہ میری دُعا ضرور قبول ہو گی اور میرا تمام رات کا رو رو کر دُعا کرنا ضائع نہیں جائے گا۔ اور خود اُس نے

خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ اگر دعا کرو گے تو قبول کی جائیگی بلکہ ایک مثال کے طور پر ایک قاضی کی کہانی بھی بیان کی تھی کہ جو نہ خلقت سے اور نہ خدا سے ڈرتا تھا۔ اور اس کہانی سے بھی مدعا یہ تھا کہ تا حواریوں کو یقین آجائے کہ بے شک خدائے تعالیٰ دعا سنتا ہے۔ اور اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت کے آنے کا خدائے تعالیٰ کی طرف سے علم تھا۔ مگر مسیح نے عارفوں کی طرح اس بنا پر دعا کی کہ خدائے تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور ہر ایک محو و اثبات اس کے اختیار میں ہے۔ لہذا یہ واقعہ کہ نعوذ باللہ مسیح کی خود دعا قبول نہ ہوئی۔ یہ ایک ایسا امر ہے جو شاگردوں پر نہایت بد اثر پیدا کرنے والا تھا۔ سو کیونکر ممکن تھا کہ ایسا نمونہ جو ایمان کو ضائع کرنے والا تھا۔ حواریوں کو دیا جاتا جبکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ مسیح جیسے بزرگ نبی کی تمام رات کی پُر سوز دعا قبول نہ ہو سکی تو اس بد نمونہ سے اُن کا ایمان ایک سخت امتحان میں پڑتا تھا۔ لہذا خدائے تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہی تھا کہ اس دعا کو قبول کرتا یقیناً سمجھو کہ وہ دعا جو گتسمینی نام مقام میں کی گئی تھی ضرور قبول ہو گئی تھی۔

ایک اور بات اِس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جیسا کہ مسیح کے قتل کے لئے مشورہ ہوا تھا اور اِس غرض کے لئے قوم کے بزرگ اور معزز مولوی قیافا نامی سردار کاہن کے گھر میں اکٹھے ہوئے تھے کہ کسی طرح مسیح کو قتل کر دیں۔ یہی مشورہ حضرت موسیٰ کے قتل کرنے کے لئے ہوا تھا۔ اور یہی مشورہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے مکہ میں دار الندوہ کے مقام میں ہوا تھا۔ مگر قادر خدا نے ان دونوں بزرگ نبیوں کو اس مشورہ کے بد اثر سے بچا لیا۔ اور مسیح کے لئے جو مشورہ ہوا ان دونوں مشوروں کے درمیان میں ہے۔ پھر کیا وجہ کہ وہ بچایا نہ گیا۔ حالانکہ اس نے ان دونوں بزرگ نبیوں سے بہت زیادہ دعا کی۔ اور پھر جبکہ خدا اپنے پیارے بندوں کی ضرور سنتا ہے اور شریروں کے مشورہ کو باطل کر کے دکھاتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ کہ مسیح کی دعا نہیں سنی گئی۔ ہر ایک صادق کا تجربہ ہے کہ بیقراری اور مظلومانہ حالت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ بلکہ صادق کے لئے مصیبت کا

وقت نشان ظاہر کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ چنانچہ میں خود اِس میں صاحب تجربہ ہوں۔ ...... بلا شبہ خدائے تعالیٰ دُعاؤں کو سُنتا ہے بالخصوص جبکہ اُس پر بھروسہ کرنے والے مظلوم ہونے کی حالت میں اُس کے آستانہ پر گرتے ہیں تو وہ اُن کی فریاد کو پہنچتا ہے اور ایک عجیب طور پر اُنکی مدد کرتا ہے۔ اور ہم اس بات کے گواہ ہیں تو پھر کیا باعث اور کیا سبب کہ مسیح کی ایسی بیقراری کی دُعا منظور نہ ہوئی ؟ نہیں بلکہ منظور ہوئی اور خدا نے اس کو بچا لیا۔ خدا نے اسکے بچانے کے لئے زمین سے بھی اسباب پیدا کئے اور آسمان سے بھی۔ یوحنا یعنے یحییٰ نبی کو خدا نے دُعا کرنے کے لئے مہلت نہ دی کیونکہ اُس کا وقت آچکا تھا۔ مگر مسیح کو دُعا کرنے کے لئے تمام رات مہلت دی گئی۔ اور وہ ساری رات سجدہ میں اور قیام میں خدا کے آگے کھڑا رہا۔ کیونکہ خدا نے چاہا کہ وہ بیقراری ظاہر کرے۔ اور اُس خدا سے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اپنی مخلصی چاہے سو خدا نے اپنی قدیم سنت کے موافق اُسکی دُعا کو سُنا۔ یہودی اِس بات میں جھوٹے تھے۔ جنہوں نے صلیب دیکر طعنہ مارا کہ اُس نے خدا پر توکل کیا تھا کیوں خدا نے اُسکو نہ چھڑایا۔ کیونکہ خدا نے یہودیوں کے تمام منصوبے باطل کئے اور اپنے پیارے مسیح کو صلیب اور اس کی لعنت سے بچالیا اور یہودی نامراد رہے۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۰ تا ۳۴

نیز دیکھیں۔ تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۴۱، ۲۴۲

۲۱۷ اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ آیت ہے جو ذیل میں لکھتا ہوں "ہابل راستباز کے خون سے برخیاہ کے بیٹے ذکریا کے خون تک جسے تم نے ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ کے لوگوں پر آوے گا" دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۳۵ و ۳۶۔ اب ان آیات پر اگر نظر غور کرو۔ تو واضح ہوگا کہ ان میں حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہودیوں نے

جس قدر نبیوں کے خون کئے ان کا سلسلہ ذکریا نبی تک ختم ہو گیا۔ اور بعد اس کے یہودی لوگ کسی نبی کے قتل کرنے کے لئے قدرت نہیں پائیں گے۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی ہے اور اس سے نہایت صفائی کے ساتھ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ صلیب سے بچ کر نکل گئے۔ اور آخر طبعی موت سے فوت ہوئے۔ کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ذکریا کی طرح یہودیوں کے ہاتھ سے قتل ہونے والے تھے تو ان آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام ضرور اپنے قتل کئے جانے کی طرف بھی اشارہ کرتے۔ اور اگر یہ کہو کہ گو حضرت مسیح علیہ السلام بھی یہودیوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ لیکن اُن کا مارا جانا یہودیوں کے لئے کوئی گناہ کی بات نہیں تھی۔ کیونکہ وہ بطور کفّارہ کے مارے گئے تو یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ یوحنّا باب ۱۹ آیت ۱۱ میں مسیح نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہودی مسیح کے قتل کرنے کے ارادہ سے سخت گنہ گار ہیں۔ اور ایسا ہی اور کئی مقامات میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ اس جُرم کی عوض میں جو مسیح کی نسبت اُن سے ظہور میں آیا خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل سزا ٹھہر گئے تھے۔ دیکھو انجیل باب ۲۳ آیت ۲۴۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۴، ۳۵

۲۱۸

اور منجملہ اُن انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وُہ عبارت ہے جو ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھ نہ لیں موت کا مزہ نہ چکھیں گے۔" دیکھو انجیل متی باب ۱۶ آیت ۲۸۔ ایسا ہی انجیل یوحنا کی یہ عبارت ہے۔ یسوع نے اسے کہا کہ اگر مَیں چاہوں کہ جب تک مَیں آؤں وہ (یعنے یوحنا حواری) یہیں ٹھہرے یعنے یروشلم میں۔ دیکھو یوحنا باب ۲۱ آیت ۲۲ یعنے اگر مَیں چاہوں تو یوحنا نہ مرے جب تک مَیں دوبارہ آؤں۔ اِن

آیات سے بکمال صفائی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا کہ بعض لوگ اُسوقت تک زندہ رہیں گے جبتک کہ وہ پھر واپس ہو اور اُن زندہ رہنے والوں میں سے یوحنا کو بھی قرار دیا تھا۔ سو ضرور تھا کہ یہ وعدہ پورا ہوتا۔ چنانچہ عیسائیوں نے بھی اس بات کو مان لیا ہے کہ یسوع کا اُس زمانہ میں جبکہ بعض اہل زمانہ زندہ ہوں پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے آنا نہایت ضروری تھا۔ تا وعدہ کے موافق پیشگوئی ظہور میں آوے۔ اسی بنا پر پادری صاحبوں کو اِس بات کا اقرار ہے کہ یسوع اپنے وعدہ کے موافق یروشلم کی بربادی کے وقت آیا تھا اور یوحنا نے اُس کو دیکھا۔ کیونکہ وُہ اس وقت تک زندہ تھا مگر یاد رہے۔ کہ عیسائی اِس بات کو نہیں مانتے کہ مسیح اُس وقت حقیقی طور پر اپنے قرار دادنشانوں کے موافق آسمان سے نازل ہوّا تھا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ایک کشفی رنگ میں یوحنا کو نظر آگیا۔ تا اپنی اُس پیشگوئی کو پورا کرے۔ جو متی باب ۱۶ آیت ۲۸ میں ہے۔ مگر مَیں کہتا ہوں کہ اِس قسم کے آنے سے پیشگوئی پوری نہیں ہوسکتی یہ تو نہایت ضعیف تاویل ہے۔ گویا نکتہ چینیوں سے نہایت تکلّف کے ساتھ پیچھا چھڑانا ہے۔ اور یہ معنے اِس قدر غلط اور بدیہی البطلان ہیں کہ اس کے ردّ کرنے کی بھی حاجت نہیں۔ کیونکہ اگر مسیح نے خواب یا کشف کے ذریعہ سے کسی پر ظاہر ہونا تھا تو پھر ایسی پیشگوئی گویا ایک ہنسی کی بات ہے*۔ اِس طرح تو ایک مدّت اِس سے پہلے حضرت مسیح پولوس پر بھی ظاہر ہو چکے تھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی جو متی باب ۱۶ آیت ۲۸ میں ہے اس نے پادری صاحبوں کو نہایت گھبراہٹ میں ڈال رکھا ہے۔ اور وہ اپنے عقیدہ کے موافق کوئی معقول معنے اس کے نہیں کرسکے۔ کیونکہ یہ کہنا اُن کے لئے مشکل تھا کہ مسیح یروشلم کی بربادی کے وقت اپنے جلال کے ساتھ آسمان سے نازل ہوّا تھا۔ اور جس طرح آسمان پر ہر ایک طرف چمکنے والی بجلی سب کو نظر آجاتی ہے۔ سب نے اُس کو دیکھا تھا۔ اور انجیل کے اِس فقرہ کو بھی نظر انداز کرنا اُن کے لئے آسان نہ تھا کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک ابن آدم کو اپنی بادشاہت میں آتے دیکھ نہ لیں مَوت کا مزہ نہ چکھیں گے۔ لہذا نہایت تکلّف سے اِس پیشگوئی کو کشفی رنگ میں

مانا گیا مگر یہ نادرست ہے کشفی طور پر تو ہمیشہ خدا کے برگزیدہ بندے خاص لوگوں کو نظر آجایا کرتے ہیں۔ اور کشفی طور میں خواب کی بھی شرط نہیں بلکہ بیداری میں ہی نظر آجاتے ہیں۔ چنانچہ مَیں خود اِس میں صاحب تجربہ ہوں۔ مَیں نے کئی دفعہ کشفی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ اور بعض نبیوں سے بھی مَیں نے عین بیداری میں ملاقات کی ہے۔ اور مَیں نے سیّد و مولیٰ اپنے امام نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کئی دفعہ عین بیداری میں دیکھا ہے اور باتیں کی ہیں۔ اور ایسی صاف بیداری سے دیکھا ہے جسکے ساتھ خواب یا غفلت کا نام ونشان نہ تھا۔ اور مَیں نے بعض اور وفات یافتہ لوگوں سے بھی اُنکی قبر پر یا اور موقعہ پر عین بیداری میں ملاقات کی ہے اور اُن سے باتیں کی ہیں۔ مَیں خوب جانتا ہوں کہ اس طرح پر عین بیداری میں گذشتہ لوگوں کی ملاقات ہو جاتی ہے اور نہ صرف ملاقات بلکہ گفتگو ہوتی ہے اور مصافحہ بھی ہوتا ہے اور اس بیداری اور روزمرّہ کی بیداری میں لوازم حواس میں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا۔ دیکھا جاتا ہے کہ ہم اسی عالم میں ہیں اور یہی کان ہیں اور یہی آنکھیں ہیں اور یہی زبان ہے۔ مگر غور سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم اور ہے۔ دنیا اِس قسم کی بیداری کو نہیں جانتی کیونکہ دُنیا غفلت کی زندگی میں پڑی ہے۔ یہ بیداری آسمان سے ملتی ہے۔ یہ اُنکو دیجاتی ہے جنکو نئے حواس ملتے ہیں۔ یہ ایک صحیح بات ہے اور واقعات حقہ میں سے ہے۔ پس اگر مسیح اسی طرح یروشلم کی بربادی کے وقت یوحنا کو نظر آیا تھا۔ تو گو وہ بیداری میں نظر آیا اور گو اس سے باتیں بھی کی ہوں اور مصافحہ کیا ہو۔ تاہم وہ واقعہ اس پیشگوئی سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ وہ امور ہیں جو ہمیشہ دُنیا میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور اب بھی اگر ہم توجہ کریں تو خدا کے فضل سے مسیح کو یا اور کسی مقدس نبی کو عین بیداری میں دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن ایسی ملاقات سے متی باب ۱۶ آیت ۲۸ کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہو سکتی۔

سو اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ مسیح جانتا تھا کہ مَیں صلیب سے بچ کر دُوسرے ملک میں چلا جاؤنگا اور خدا نہ مجھے ہلاک کرے گا اور نہ دُنیا سے اُٹھائیگا جب تک کہ میں یہودیوں کی بربادی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔ اور جب تک کہ وہ بادشاہت جو برگزیدوں

کے لئے آسمان میں مقرر ہوتی ہے اپنے نتائج نہ دکھلاوے مَیں ہرگز وفات نہیں پاؤں گا۔ اِس لئے مسیح نے یہ پیشگوئی کی تا اپنے شاگردوں کو اطمینان دے کہ عنقریب تم میرا یہ نشان دیکھوگے کہ جنہوں نے مجھ پر تلوار اُٹھائی وہ میری زندگی اور میرے مشاہدہ میں تلواروں سے ہی قتل کئے جائیں گے۔ سو اگر ثبوت کچھ چیز ہے تو اس سے بڑھ کر عیسائیوں کے لئے اور کوئی ثبوت نہیں کہ مسیح اپنے مُنہ سے پیشگوئی کرتا ہے کہ ابھی تم میں سے بعض زندہ ہوں گے کہ مَیں پھر آؤں گا۔

یاد رہے کہ انجیلوں میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں جو حضرت مسیح کے آنے کے متعلق ہیں (۱) ایک وہ جو آخری زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے وہ وعدہ رُوحانی طور پر ہے اور وُہ آنا اُسی قسم کا آنا ہے جیساکہ ایلیا نبی مسیح کے وقت دوبارہ آیا تھا۔ سو وہ ہمارے اس زمانہ میں ایلیا کی طرح آ چکا اور وہ یہی راقم ہے جو خادم نوع انسان ہے جو مسیح موعود ہو کر مسیح علیہ السلام کے نام پر آیا۔ اور مسیح نے میری نسبت انجیل میں خبر دی ہے۔ سو مبارک وہ جو مسیح کی تعظیم کے لئے میرے باب میں دیانت اور انصاف سے غور کرے اور ٹھوکر نہ کھاوے۔ (۲) دُوسری قسم کی پیشگوئیاں جو مسیح کے دوبارہ آنے کے متعلق انجیلوں میں پائی جاتی ہیں وہ درحقیقت مسیح کی اُس زندگی کے ثبوت کے لئے بیان کی گئی ہیں جو صلیب کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے قائم اور بحال رہی۔ اور صلیبی مَوت سے خدا نے اپنے برگزیدہ کو بچا لیا۔ جیساکہ یہ پیشگوئی جو ابھی بیان کی گئی۔ عیسائیوں کی یہ غلطی ہے کہ ان دونوں مقاموں کو ایک دُوسرے کے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ اور اِسی وجہ سے بڑی گھبراہٹ اور طرح طرح کے مشکلات اُنکو پیش آتے ہیں۔ غرض مسیح کے صلیب سے بچ جانے کے لئے یہ آیت جو متی ۱۶ باب میں پائی جاتی ہے بڑا ثبوت ہے۔

مسیح ہندوستان میں ۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۵ تا ۳۸

۲۱۹

اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی مندرجہ ذیل آیت ہے۔ " اور

اُس وقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ اور اُس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے کو بڑی قُدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے۔" دیکھو متی باب ۲۴ آیت ۳۰۔ اس آیت کا اصل مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ جبکہ آسمان سے یعنے محض خدا کی قدرت سے ایسے علوم اور دلائل اور شہادتیں پیدا ہو جائینگی کہ جو آپ کی اُلوہیت یا صلیب پر فوت ہونے اور آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کے عقیدہ کا باطل ہونا ثابت کر دینگی۔ اور جو قومیں آپ کے نبی صادق ہونے کی منکر تھیں بلکہ صلیب دیئے جانے کی وجہ سے اُنکو لعنتی سمجھتی تھیں جیسا کہ یہود اُن کے جھوٹ پر بھی آسمان گواہی دیگا۔ کیونکہ یہ حقیقت بخوبی کھل جائیگی کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے اِسلئے لعنتی بھی نہیں ہوئے۔ تب زمین کی تمام قومیں جنہوں نے اُنکے حق میں افراط یا تفریط کی تھی ماتم کرینگی اور اپنی غلطی کی وجہ سے سخت ندامت اور خجالت اُنکے شامل حال ہوگی۔ اور اُسی زمانہ میں جبکہ یہ حقیقت کھل جائیگی لوگ رُوحانی طور پر مسیح کو زمین پر نازل ہوتے دیکھیں گے۔ یعنی انہی دنوں میں مسیح موعود جو اُن کی قوت اور طبیعت میں ہو کر آئیگا۔ آسمانی تائید سے اور اس قدرت اور جلال سے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُس کے شامل ہوگی اپنے چمکتے ہُوئے ثبوت کے ساتھ ظاہر ہوگا اور پہچانا جائے گا۔ اِس آیت کی تشریح یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی قضا و قدر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایسا وجود ہے اور ایسے واقعات ہیں جو بعض قوموں نے ان کی نسبت افراط کیا ہے اور بعض نے تفریط کی راہ لی ہے۔ یعنے ایک وہ قوم ہے کہ جو انسانی لوازم سے اُن کو دُور تر لے گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ اب تک وہ فوت نہیں ہوئے اور آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔ اور اُن سے بڑھ کر وہ قوم ہے جو کہتے ہیں کہ صلیب پر فوت ہو کر اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے ہیں اور خدائی کے تمام اختیار اُنکو مل گئے ہیں بلکہ وہ خود خدا ہیں۔ اور دوسری قوم یہودی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ وہ صلیب پر مارے گئے اِس لئے نعوذ باللہ وہ ہمیشہ کے لئے لعنتی ہوئے اور ہمیشہ کیلئے مورد غضب۔

اور خدا اُن سے بیزار ہے اور بیزاری اور دشمنی کی نظر سے اُن کو دیکھتا ہے اور وہ کاذب اور مفتری اور نعوذ باللہ کافر اور ملحد ہیں اور خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ سو یہ افراط اور تفریط ایسا ظلم سے بھرا ہوا طریق تھا کہ ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے سچے نبی کو ان ان الزاموں سے بری کرتا۔ سو انجیل کی آیت مذکورہ بالا کا اسی بات کی طرف اشارہ ہے اور یہ جو کہا کہ زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ یہ اس بات کی طرف ایما کی گئی ہے کہ وہ تمام فرقے جن پر قوم کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے اُس روز چھاتی پیٹیں گی اور جزع فزع کرینگی اور اُن کا ماتم سخت ہوگا۔ اس جگہ عیسائیوں کو ذرہ توجہ سے اس آیت کو پڑھنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ جبکہ اس آیت میں کل قوموں کے چھاتی پیٹنے کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے تو اس صورت میں عیسائی اِس ماتم سے کیونکر باہر رہ سکتے ہیں۔ کیا وہ قوم نہیں ہیں۔ اور جبکہ وہ بھی اس آیت کے رو سے چھاتی پیٹنے والوں میں داخل ہیں۔ تو پھر وہ کیوں اپنی نجات کا فکر نہیں کرتے۔ اِس آیت میں صاف طور پر بتلایا گیا ہے کہ جب مسیح کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا تو زمین پر جتنی قومیں ہیں وہ چھاتی پیٹیں گی۔ سو ایسا شخص مسیح کو جھٹلاتا ہے جو کہتا ہے کہ ہماری قوم چھاتی نہیں پیٹے گی۔ ہاں وہ لوگ چھاتی پیٹنے کی پیشگوئی کا مصداق نہیں ٹھہر سکتے جنکی جماعت ابھی تھوڑی ہے اور اس لائق نہیں ہے جو اسکو قوم کہا جائے۔ اور وہ ہمارا فرقہ ہے بلکہ یہی ایک فرقہ ہے جو پیشگوئی کے اثر اور دلالت سے باہر ہے کیونکہ اس فرقہ کے ابھی چند آدمی ہیں جو کسی طرح قوم کا لفظ اُن پر صادق نہیں ہو سکتا۔ مسیح نے خدا سے الہام پاکر بتلایا کہ جب آسمان پر ایک نشان ظاہر ہوگا تو زمین کے کل وہ گروہ جو بباعث اپنی کثرت کے قوم کہلانے کے مستحق ہیں چھاتی پیٹیں گے اور کوئی ان میں سے باقی نہیں رہیگا مگر وہی کم تعداد لوگ جن پر قوم کا لفظ صادق نہیں آسکتا۔ اس پیشگوئی کے مصداق سے نہ عیسائی باہر رہ سکتے ہیں اور نہ اس زمانہ کے مسلمان اور نہ یہودی اور نہ کوئی اور مکذّب۔ صرف ہماری یہ جماعت باہر ہے کیونکہ ابھی خدا نے انکو تخم کی طرح بویا ہے

نبی کا کلام کسی طور سے جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ کلام میں صاف یہ اشارہ ہے کہ ہر ایک قوم جو زمین پر ہے چھاتی پیٹے گی تو ان قوموں میں سے کونسی قوم باہر رہ سکتی ہے۔ مسیح نے تو اس آیت میں کسی قوم کا استثنا نہیں کیا۔ ہاں وہ جماعت بہر صورت مستثنیٰ ہے جو ابھی قوم کے اندازہ تک نہیں پہنچی یعنے ہماری جماعت۔ اور یہ پیشگوئی اس زمانہ میں نہایت صفائی سے پوری ہوئی کیونکہ وہ سچائی جو حضرت مسیح کی نسبت اب پوری ہوئی ہے وہ بلاشبہ ان تمام قوموں کے ماتم کا موجب ہے کیونکہ اس سے سب کی غلطی ظاہر ہوتی ہے اور سب کی پردہ دری ظہور میں آتی ہے۔ عیسائیوں کے خدا بنانے کا شور و غوغا حسرت کی آہوں سے بدل جاتا ہے مسلمانوں کا دن رات کا ضد کرنا کہ مسیح آسمان پر زندہ گیا آسمان پر زندہ گیا رونے اور ماتم کے رنگ میں آجاتا ہے اور یہودیوں کا تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

اور اس جگہ یہ بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں جو لکھا ہے کہ اُسوقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی۔ اس جگہ زمین سے مراد بلادِ شام کی زمین ہے جس سے یہ تینوں قومیں تعلق رکھتی ہیں۔ یہودی اسلئے کہ وہی اُنکا مبداء اور منبع ہے اور اسی جگہ اُن کا معبد ہے۔ عیسائی اسلئے کہ حضرت مسیح اسی جگہ ہوئے ہیں اور عیسائی مذہب کی پہلی قوم اسی ملک میں پیدا ہوئی ہے۔ مسلمان اس لئے کہ وہ اس زمین کے قیامت تک وارث ہیں۔ اور اگر زمین کے لفظ کے معنے ہر یک زمین لی جائے تب بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ حقیقت کھلنے پر ہر یک نادم ہوگا۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۸ تا ۴۱

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو انجیل سے ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی وہ عبارت ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ۲۲۰
ہیں "اور قبریں کھل گئیں اور بہت لاشیں پاک لوگوں کی جو آرام میں تھیں اُٹھیں اور اُسکے اُٹھنے کے بعد (یعنے مسیح کے اُٹھنے کے بعد) قبروں میں سے نکل کر اور مقدس شہر میں جا کر بہتوں کو نظر آئیں" دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیت ۵۲۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ قصہ جو انجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ مسیح کے اُٹھنے کے بعد پاک لوگ قبروں میں سے باہر نکل آئے اور زندہ ہو کر بہتوں کو نظر آئے یہ کسی تاریخی

واقعہ کا بیان نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر گویا اسی دُنیا میں قیامت نمودار ہو جاتی اور وہ امر جو صدق اور ایمان دیکھنے کیلئے دُنیا پر مخفی رکھا گیا تھا وہ سب پر کھُل جاتا اور ایمان ایمان نہ رہتا اور ہریک مومن اور کافر کی نظر میں آنیوالے عالَم کی حقیقت ایک بدیہی چیز ہو جاتی جیسا کہ چاند اور سورج اور دن اور رات کا وجود بدیہی ہے تب ایمان ایسی قیمتی اور قابل قدر چیز نہ ہوتی جس پر اجر پانے کی کچھ امید ہو سکتی۔ اگر لوگ اور بنی اسرائیل کے گذشتہ نبی جنکی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے سچ مچ واقعہ صلیب کے وقت زندہ ہو گئے تھے اور زندہ ہو کر شہر میں آ گئے تھے اور حقیقت میں مسیح کی سچائی اور خدائی ثابت کرنے کے لئے یہ معجزہ دکھلایا گیا تھا جو صدہا نبیوں اور لاکھوں راستبازوں کو ایکدم میں زندہ کر دیا گیا تو اس صورت میں یہودیوں کو ایک عُمدہ موقعہ ملا تھا کہ وہ زندہ شدہ نبیوں اور دوسرے راستبازوں اور اپنے فوت شدہ باپ دادوں سے مسیح کی نسبت دریافت کرتے کہ کیا یہ شخص جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے درحقیقت خدا ہے یا کہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ اور قرینِ قیاس ہے کہ اس موقعہ کو انہوں نے ہاتھ سے نہ دیا ہوگا۔ اور ضرور دریافت کیا ہوگا کہ یہ شخص کیسا ہے۔ کیونکہ یہودی ان باتوں کے بہت حریص تھے کہ اگر مُردے دُنیا میں دوبارہ آ جائیں تو اُن سے دریافت کریں تو پھر جس حالت میں لاکھوں مُردے زندہ ہو کر شہر میں آ گئے اور ہر ایک محلہ میں ہزاروں مُردے چلے گئے تو ایسے موقعہ کو یہودی کیونکر چھوڑ سکتے تھے ضرور انہوں نے نہ ایک نہ دو سے بلکہ ہزاروں سے پُوچھا ہوگا۔ اور جب یہ مُردے اپنے اپنے گھروں میں داخل ہوئے ہونگے۔ تو ان لاکھوں انسانوں کے دنیا میں دوبارہ آنے سے گھر گھر میں شور پڑ گیا ہوگا۔ اور ہر ایک گھر میں یہی شغل اور یہی ذکر اور یہی تذکرہ شروع ہو گیا ہوگا کہ مُردوں سے پُوچھتے ہونگے کہ کیا آپ لوگ اس شخص کو جو یسوع مسیح کہلاتا ہے حقیقت میں خدا جانتے ہیں۔ مگر چونکہ مُردوں کی اس گواہی کے بعد جیسا کہ اُمید تھی یہودی حضرت مسیح پر ایمان نہیں لائے اور نہ کچھ نرم دل ہوئے بلکہ اور بھی سخت دل ہو گئے تو غالباً معلوم ہوتا ہے کہ مُردوں نے کوئی اچھی گواہی نہیں دی بلکہ بلاتوقف یہ جواب دیا ہوگا کہ یہ شخص اپنے اس دعوے خدائی میں بالکل جھوٹا ہے اور خدا

پر بہتان باندھتا ہے۔ تبھی تو لاکھوں انسان بلکہ پیغمبروں اور رسولوں کے زندہ ہونے کے بعد بھی یہودی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے اور حضرت مسیح کو مار کر پھر دوسروں کے قتل کی طرف متوجہ ہوئے۔ بھلا یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ لاکھوں راستباز کہ جو حضرت آدم سے لے کر حضرت یحییٰ تک اُس زمین پاک کی قبروں میں سوئے ہوئے تھے وہ سب کے سب زندہ ہو جائیں اور پھر وعظ کرنے کے لئے شہر میں آئیں اور ہر ایک کھڑا ہو کر ہزارہا انسانوں کے سامنے یہ گواہی دے کہ درحقیقت یسوع مسیح خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا ہے اسی کی پوجا کیا کرو اور پہلے خیالات چھوڑ دو۔ ورنہ تمہارے لئے جہنم ہے جس کو خود ہم دیکھ کر آئے ہیں۔ اور پھر باوجود اِس اعلیٰ درجہ کی گواہی اور شہادت رویت کے جو لاکھوں راستباز مُردوں کے مُنہ سے نکلی یہودی اپنے انکار سے باز نہ آئیں۔ ہمارا کانشنس تو اِس بات کو نہیں مانتا۔ پس اگر فی الحقیقت لاکھوں راستباز فوت شدہ پیغمبر اور رسول وغیرہ زندہ ہو کر گواہی کے لئے شہر میں آئے تھے تو کچھ شک نہیں کہ اُنہوں نے کچھ اُلٹی ہی گواہی دی ہوگی۔ اور ہرگز حضرت مسیح کی خدائی کو تصدیق نہیں کیا ہوگا۔ تبھی تو یہودی لوگ مُردوں کی گواہیوں کو سُنکر اپنے کفر پر پکے ہو گئے۔ اور حضرت مسیح تو اُن سے خدائی منوانا چاہتے تھے۔ مگر وہ تو اِس گواہی کے بعد نبوت سے بھی منکر ہو بیٹھے۔

غرض ایسے عقیدے نہایت مضر اور بد اثر ڈالنے والے ہیں کہ ایسا یقین کیا جائے کہ یہ لاکھوں مُردے یا اس سے پہلے کوئی مُردہ حضرت مسیح نے زندہ کیا تھا کیونکہ اُن مُردوں کے زندہ ہونے کے بعد کوئی نیک نتیجہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ اگر مثلاً کوئی شخص کسی دُور دراز ملک میں جاتا ہے اور چند برس کے بعد اپنے شہر میں واپس آتا ہے تو طبعاً اُس کے دل میں یہ جوش ہوتا ہے کہ اُس ملک کے عجائب غرائب لوگوں کے پاس بیان کرے اور اُس ولایت کے عجیب در عجیب واقعات سے اُن لوگوں کو اطلاع دے نہ یہ کہ اتنی مدت کی جُدائی کے بعد جب اپنے لوگوں کو ملے تو زبان بند رکھے

اور گونگوں کی طرح بیٹھا رہے بلکہ ایسے موقعہ میں دوسرے لوگوں میں بھی فطرتاً یہ جوش پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے پاس دَوڑے آتے ہیں اور اس ملک کے حالات اُس سے پُوچھتے ہیں۔ اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ ان لوگوں کے ملک میں کوئی غریب شکستہ حال وارد ہو جسکی ظاہری حیثیت غریبانہ ہو اور وہ دعویٰ کرتا ہو کہ مَیں اُس ملک کا بادشاہ ہوں جسکے پایہ تخت کا سیر کرکے یہ لوگ آئے ہیں۔ اور مَیں فلاں فلاں بادشاہ سے بھی اپنے شاہانہ مرتبہ میں اوّل درجہ پر ہوں تو لوگ ایسے سیاحوں سے ضرور پُوچھا کرتے ہیں کہ بھلا یہ تو بتلائیے کہ فلاں شخص جو ان دنوں میں ہمارے ملک میں اُس ملک سے آیا ہُوا ہے کیا سچ مچ یہ اُس ملک کا بادشاہ ہے اور پھر وہ لوگ جیسا کہ واقعہ ہو بتلا دیا کرتے ہیں تو اس صورت میں جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے حضرت مسیح کے ہاتھ سے مُردوں کا زندہ ہونا فقط اِس حالت میں قابل پذیرائی ہوتا جبکہ وہ گواہی جو اُن سے پوچھی گئی ہوگی جس کا پُوچھا جانا ایک طبعی امر ہے کوئی مفید نتیجہ بخشتی لیکن اس جگہ ایسا نہیں ہے پس ناچار اس بات کے فرض کرنے سے کہ مُردے زندہ ہوئے تھے اِس بات کو بھی ساتھ ہی فرض کرنا پڑتا ہے کہ ان مُردوں نے حضرت مسیح کے حق میں کوئی معتد بہ گواہی نہیں دی ہوگی جس سے اُن کی سچائی تسلیم کیجاتی۔ بلکہ ایسی گواہی دی ہوگی جس سے اور بھی فتنہ بڑھ گیا ہوگا۔ کاش اگر انسانوں کی جگہ دوسرے چارپایوں کا زندہ کرنا بیان کیا جاتا تو اس میں بہت کچھ پردہ پوشی متصور تھی۔ مثلاً یہ کہا جاتا کہ حضرت مسیح نے کئی ہزار بیل زندہ کئے تھے تو یہ بات بہت معقول ہوتی اور کسی کے اعتراض کے وقت جبکہ مذکورہ بالا اعتراض کیا جاتا یعنے یہ کہا جاتا کہ ان مُردوں کی گواہی کا نتیجہ کیا ہُوا تو ہم فی الفور کہہ سکتے کہ وہ تو بیل تھے اُنکی زبان کہاں تھی جو بھلی یا بُری گواہی دیتے بھلا وہ تو لاکھوں مُردے تھے جو حضرت مسیح نے زندہ کئے آج مثلاً چند ہندوؤں کو بُلا کر پُوچھو کہ اگر تمہارے فوت شدہ باپ دادے دس بیس زندہ ہو کر دُنیا میں واپس آجائیں اور گواہی دیں کہ فلاں مذہب سچا ہے تو کیا پھر بھی تم کو اس مذہب کی سچائی میں شک باقی رہ جائیگا۔ تو

ہرگز نفی کا جواب نہیں دینگے پس یقیناً سمجھو کہ دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں کہ اسقدر انکشاف کے بعد پھر بھی اپنے کفر اور انکار پر اڑا رہے۔ افسوس ہے کہ ایسی کہانیوں کی بندش میں ہمارے ملک کے سکھ خالصہ عیسائیوں سے اچھے رہے اور انہوں نے ایسی کہانیوں کے بنانے میں خوب ہوشیاری کی۔ کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ انکے گورو باوا نانک نے ایک دفعہ ایک ہاتھی مردہ زندہ کیا تھا اب یہ اس قسم کا معجزہ ہے کہ نتائج مذکورہ کا اعتراض اسپر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ سکھ کہہ سکتے ہیں کہ کیا ہاتھی کی کوئی بولنے والی زبان ہے کہ تا باوا نانک کی تصدیق یا تکذیب کرتا۔ غرض عوام تو اپنی چھوٹی سی عقل کی وجہ سے ایسے معجزات پر بہت خوش ہوتے ہیں مگر عقلمند غیر قوموں کے اعتراضوں کا نشانہ بنکر کوفتہ خاطر ہوتے ہیں اور جس مجلس میں ایسی بیہودہ کہانیاں کی جائیں وہ بہت شرمندہ ہوتے ہیں۔ اب چونکہ ہم کو حضرت مسیح علیہ السلام سے ایسا ہی محبت اور اخلاص کا تعلق ہے جیسا کہ عیسائیوں کو تعلق ہے بلکہ ہم کو بہت بڑھ کر تعلق ہے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کس کی تعریف کرتے ہیں مگر ہم جانتے ہیں کہ ہم کس کی تعریف کرتے ہیں کیونکہ ہم نے انکو دیکھا ہے لہذا اب ہم اس عقیدہ کی اصل حقیقت کو کھولتے ہیں کہ جو انجیلوں میں لکھا ہے کہ صلیب کے واقعہ کے وقت تمام راستباز فوت شدہ زندہ ہو کر شہر میں آگئے تھے۔

پس واضح ہو کہ یہ ایک کشفی امر تھا جو صلیب کے واقعہ کے بعد بعض پاک دل لوگوں نے خواب کی طرح دیکھا تھا کہ گویا مقدس مُردے زندہ ہو کر شہر میں آگئے ہیں۔ اور لوگوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں اور جیسا کہ خوابوں کی تعبیر خدا کی پاک کتابوں میں کی گئی ہے۔ مثلاً جیسا کہ حضرت یوسف کی خواب کی تعبیر کی گئی۔ ایسا ہی اس خواب کی بھی ایک تعبیر تھی۔ اور وہ یہ تعبیر تھی کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور خدا نے اسکو صلیب کی موت سے نجات دیدی۔ اور اگر ہم سے یہ سوال کیا جائے کہ یہ تعبیر تمہیں کہاں سے معلوم ہوئی تو اس کا یہ جواب ہے کہ فن تعبیر کے اماموں نے ایسا ہی لکھا ہے اور تمام معبّرین نے اپنے تجربہ سے اسپر گواہی دی ہے۔ چنانچہ ہم قدیم زمانہ کی ایک امام فن تعبیر یعنے صاحب کتاب تعطیر الانام کی تعبیر کو اسکی اصل عبارت کے ساتھ ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ من رأى انّ

الموتیٰ وثبوا من قبورهم ورجعوا الی دورهم فانه یطلق من فی السجن۔ دیکھو کتاب
تعطیر الانام فی تعبیر المنام مصنفہ قطب الزمان شیخ عبد الغنی النابلسی صفحہ ۲۸۹۔ ترجمہ
اگر کوئی یہ خواب دیکھے یا کشفی طور پر مشاہدہ کرے کہ مُردے قبروں میں سے نکل آئے اور اپنے
گھروں کی طرف رجوع کیا تو اس کی یہ تعبیر ہے کہ ایک قیدی قید سے رہائی پائیگا اور ظالموں
کے ہاتھ سے اس کو مخلصی حاصل ہوگی۔ طرز بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قیدی
ہوگا کہ ایک شان اور عظمت رکھتا ہوگا۔ اب دیکھو یہ تعبیر کیسی معقولی طور پر حضرت مسیح
علیہ السلام پر صادق آتی ہے اور فی الفور سمجھ آجاتا ہے کہ اسی اشارہ کے ظاہر کرنے
کے لئے فوت شدہ راستباز زندہ ہو کر شہر میں داخل ہوتے نظر آئے کہ تا اہل فراست
معلوم کریں کہ حضرت مسیح صلیبی موت سے بچائے گئے۔

ایسا ہی اور بہت سے مقامات انجیلوں میں پائے جاتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت
مسیح علیہ السلام صلیب کے ذریعہ سے نہیں مَرے بلکہ مخلصی پاکر کسی دوسرے ملک میں چلے گئے۔
لیکن مَیں خیال کرتا ہوں کہ جس قدر مَیں نے بیان کیا ہے وہ منصفوں کے سمجھنے کیلئے کافی ہے۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۱ تا ۴۶

۲۲۱ ممکن ہے کہ بعض دلوں میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ انجیلوں میں یہ بھی تو بار بار ذکر
ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت ہو گئے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے
گئے۔ ایسے اعتراضات کا جواب مَیں پہلے بطور اختصار دے چکا ہوں۔ اور اب بھی
اس قدر بیان کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیبی واقعہ
کے بعد حواریوں کو ملے اور گلیل تک سفر کیا اور روٹی کھائی اور کباب کھائے اور اپنے
زخم دکھلائے اور ایک رات بمقام املوس حواریوں کے ساتھ رہے اور خفیہ طور پر
پلاطوس کے علاقہ سے بھاگے اور نبیوں کی سنّت کے موافق اُس ملک سے ہجرت
کی اور ڈرتے ہوئے سفر کیا تو یہ تمام واقعات اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ صلیب

پر فوت نہیں ہوئے تھے اور فانی جسم کے تمام لوازم انکے ساتھ تھے اور کوئی نئی تبدیلی اُن میں پیدا نہیں ہوئی تھی اور آسمان پر چڑھنے کی کوئی عینی شہادت انجیل سے نہیں ملتی* اور اگر ایسی شہادت ہوتی بھی تب بھی لائق اعتبار نہ تھی۔ کیونکہ انجیل نویسوں کی یہ عادت معلوم ہوتی ہے کہ وہ بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہیں اور ایک ذرہ سی بات پر حاشیے چڑھاتے چڑھاتے ایک پہاڑ اس کو کر دیتے ہیں۔ مثلاً کسی انجیل نویس کے مُنہ سے نکل گیا کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اب دُوسرا انجیل نویس اس فکر میں پڑتا ہے کہ اس کو پُورا خدا بنا دے اور تیسرا تمام زمین آسمان کے اختیار اُسکو دیتا ہے اور چوتھا واشگاف کہدیتا ہے کہ وہی ہے جو کچھ ہے اور کوئی دُوسرا خدا نہیں۔ غرض اِس طرح پر کھینچتے کھینچتے کہیں کا کہیں لیجاتے ہیں۔ دیکھو وہ رؤیا جس میں نظر آیا تھا کہ گویا مُردے قبروں میں سے اُٹھ کر شہر میں چلے گئے۔ اب ظاہری معنوں پر زور دیکر یہ جتلایا گیا کہ حقیقت میں مُردے قبروں میں سے باہر نکل آئے تھے اور یروشلم شہر میں آکر اور لوگوں سے ملاقاتیں کی تھیں۔ اِس جگہ غور کرو کہ کیسے ایک پر کا کوا بنایا گیا۔ پھر وہ ایک کوا نہ رہا بلکہ لاکھوں کوّے اُڑائے گئے۔ جس جگہ مبالغہ کا یہ حال ہو اُس جگہ حقیقتوں کا کیونکر پتہ لگے۔ غور کے لائق ہے کہ ان انجیلوں میں جو خدا کی کتابیں کہلاتی ہیں ایسے ایسے مبالغات بھی لکھے گئے کہ مسیح نے وہ کام کئے کہ اگر وہ سب کے سب لکھے جاتے تو وہ کتابیں جن میں وہ لکھے جاتے دنیا میں نہ سما سکتیں۔ کیا اتنا مبالغہ طریق دیانت و امانت ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اگر مسیح کے کام ایسے ہی غیر محدود اور حد بندی سے باہر تھے تو تین برس کی حد میں کیونکر آ گئے۔ ان انجیلوں میں یہ بھی خرابی ہے کہ بعض پہلی کتابوں کے حوالے غلط بھی دیئے ہیں۔ شجرہ نسب مسیح کو بھی صحیح طور پر لکھ نہ سکے۔ انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کی عقل کچھ موٹی تھی یہانتک کہ بعض حضرت مسیح کو بھوت سمجھ بیٹھے اور ان انجیلوں پر قدیم سے یہ بھی الزام چلا آتا ہے کہ وہ اپنی صحت

---

* کوئی بیان نہیں کرتا کہ مَیں اس بات کا گواہ ہوں اور میری آنکھوں نے دیکھا ہے کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ منہ

پر باقی نہیں رہیں۔ اور خود جس حالت میں بہت سی اور بھی کتابیں انجیل کے نام سے تالیف کی گئیں۔ تو ہمارے پاس کوئی پختہ دلیل اس بات پر نہیں کہ کیوں اُن دوسری کتابوں کے سب کے سب مضمون ردّ کئے جائیں اور کیوں اِن انجیلوں کا کُل لکھا ہُوا مان لیا جائے۔ ہم خیال نہیں کر سکتے کہ کبھی دُوسری انجیلوں میں اس قدر بے اصل مبالغات لکھے گئے ہیں جیسا کہ ان چار انجیلوں میں عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو ان کتابوں میں مسیح کا پاک اور بے داغ چال چلن مانا جاتا ہے اور دُوسری طرف اسپر ایسے الزام لگائے جاتے ہیں جو کسی راستباز کی شان کے ہرگز مناسب نہیں ہیں۔ مثلاً اسرائیلی نبیوں نے یُوں تو توریت کے منشاء کے موافق ایک ہی وقت میں صدہا بیویوں کو رکھا تا پاکوں کی نسل کثرت سے پیدا ہو۔ مگر آپ نے کبھی نہیں سُنا ہوگا کہ کسی نبی نے اپنی بے قیدی کا یہ نمونہ دکھلایا کہ ایک ناپاک بدکردار عورت اور شہر کی مشہور فاسقہ اُسکے بدن سے اپنے ہاتھ لگاوے اور اسکے سر پر حرام کی کمائی کا تیل ملے اور اپنے بال اسکے پاؤں پر ملے اور وہ یہ سب کچھ ایک جوان ناپاک خیال عورت سے ہونے دے اور منع نہ کرے۔ اسجگہ صرف نیک ظنی کی برکت سے انسان ان اوہام سے بچ سکتا ہے جو طبعاً ایسے نظارہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن بہرحال یہ نمونہ دوسروں کے لئے اچھا نہیں۔ غرض ان انجیلوں میں بہت سی باتیں ایسی بھری پڑی ہیں کہ وہ بتلا رہی ہیں کہ یہ انجیلیں اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہیں یا اُنکے بنانیوالے کوئی اور ہیں حواری اور انکے شاگرد نہیں ہیں۔ مثلاً انجیل متی کا یہ قول ”اور یہ بات آجتک یہودیوں میں مشہور ہے“ کیا اس کا لکھنے والا متی کو قرار دینا صحیح اور مناسب ہو سکتا ہے؟ کیا اِس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اِس انجیل متی کا لکھنے والا کوئی اور شخص ہے جو متی کی وفات کے بعد گذرا ہے۔ پھر اسی انجیل متی باب ۲۸ آیت ۱۲ اور ۱۳ میں ہے ”تب انہوں نے یعنے یہودیوں نے بزرگوں کے ساتھ اکٹھے ہو کر صلاح کی اور اُن پہرہ والوں کو بہت روپے دیئے اور کہا تم کہو کہ رات کو جب ہم سوتے تھے۔ اُسکے شاگرد یعنے مسیح کے شاگرد آکر اُسے چُرا کر لے گئے“ دیکھو یہ کیسی کچی اور نامعقول باتیں ہیں۔ اگر اس سے مطلب یہ ہے کہ یہودی اِس بات کو پوشیدہ کرنا چاہتے تھے کہ یسوع مُردوں

میں سچی اُٹھا ہے اس لئے انہوں نے پہرہ والوں کو رشوت دی تھی کہ تا عظیم الشان معجزہ اُن کی قوم میں مشہور نہ ہو۔ تو کیوں یسوع نے جس کا یہ فرض تھا کہ اپنے اس معجزہ کی یہودیوں میں اشاعت کرتا۔ اُس کو مخفی رکھا بلکہ دُوسروں کو بھی اسکے ظاہر کرنے سے منع کیا۔

اگر یہ کہو کہ اُس کو پکڑے جانے کا خوف تھا تو میں کہتا ہوں کہ جب ایکدفعہ خدا تعالیٰ کی تقدیر اُسپر وارد ہو چکی اور وہ مر کر پھر جلالی جسم کے ساتھ زندہ ہو چکا تو اب اُسکو یہودیوں کا کیا خوف تھا کیونکہ اب یہودی کسی طرح اُسپر قدرت نہیں پا سکتے تھے۔ اب تو وہ فانی زندگی سے ترقی پا چکا تھا۔ افسوس کہ ایک طرف تو اُس کا جلالی جسم سے زندہ ہونا اور حواریوں کو ملنا اور جلیل کی طرف جانا اور پھر آسمان پر اٹھائے جانا بیان کیا گیا ہے اور پھر بات بات میں اس جلالی جسم کے ساتھ بھی یہودیوں کا خوف ہے اُس ملک سے پوشیدہ طور پر بھاگتا ہے کہ تا کوئی یہودی دیکھ نہ لے اور جان بچانے کے لئے ستّر کوس کا سفر جلیل کی طرف کرتا ہے۔ بار بار منع کرتا ہے کہ یہ واقعہ کسی کے پاس بیان نہ کرو۔ کیا یہ جلالی جسم کے لچھن اور علامتیں ہیں؟ نہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی جلالی اور نیا جسم نہ تھا وہی زخم آلودہ جسم تھا جو جان نکلنے سے بچایا گیا۔ اور چونکہ یہودیوں کا پھر بھی اندیشہ تھا اس لئے برعایت ظاہر اسباب مسیح نے اُس ملک کو چھوڑ دیا اسکے مخالف جسقدر باتیں بیان کی جاتی ہیں وہ سب کی سب بیہودہ اور خام خیال ہیں کہ پہرہ داروں کو یہودیوں نے رشوت دی کہ تم یہ گواہی دو کہ حواری لاش کو چرا کر لے گئے اور ہم سوتے تھے۔ اگر وہ سوتے تھے تو ان پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ تم کو سونے کی حالت میں کیونکر معلوم ہو گیا کہ یسوع کی لاش کو چوری اٹھا لے گئے۔ اور کیا صرف اتنی بات سے کہ یسوع قبر میں نہیں کوئی عقلمند سمجھ سکتا تھا کہ وہ آسمان پر چلا گیا ہے کیا دنیا میں اور اسباب نہیں جن سے قبریں خالی رہ جاتی ہیں؟ اس بات کا بار ثبوت تو مسیح کے ذمہ تھا کہ وہ آسمان پر جانے کے وقت دو تین سو یہودیوں کو ملتا اور پلاطوس سے بھی ملاقات کرتا جلالی جسم کے ساتھ اُس کو کس کا خوف تھا مگر اُس نے یہ طریق اختیار نہیں

کیا اور اپنے مخالفوں کو ایک ذرہ ثبوت نہیں دیا بلکہ خوفناک دل کے ساتھ جلیل کیطرف بھاگا اس لئے ہم قطعی طور پر یقین رکھتے اور مانتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ وہ اس قبر میں سے نکل گیا جو کوٹھے کی طرح کھڑکی دار تھی اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر حواریوں کو ملا مگر یہ ہرگز سچ نہیں کہ اسنے کوئی نیا جلالی جسم پایا۔ وہی جسم تھا اور وہی زخم تھے اور وہی خوف دل میں تھا کہ مبادا بدبخت یہودی پھر پکڑ لیں۔ متی باب ۲۸ آیت ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ کو غور سے پڑھو۔ ان آیات میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ وہ عورتیں جنکو کسی نے یہ پتہ دیا تھا کہ مسیح جیتا ہے اور جلیل کیطرف جارہا ہے اور کہنے والے نے چپکے سے یہ بھی کہا تھا کہ شاگردوں کو جاکر یہ خبر کردو۔ وہ اس بات کو سنکر خوش تو ہوئیں مگر بڑی خوفناک حالت میں روانہ ہوئیں یعنے یہ اندیشہ تھا کہ اب بھی کوئی شریر یہودی مسیح کو پکڑ نہ لے۔ اور آیت ۹ میں ہے کہ جب عورتیں شاگردوں کو خبر دینے جاتی تھیں تو یسوع انھیں ملا اور کہا سلام۔ اور آیت دس میں ہے کہ یسوع نے انھیں کہا مت ڈرو یعنے میرے پکڑے جانے کا اندیشہ نہ کرو پر میرے بھائیوں کو کہو کہ جلیل کو جائیں* وہاں مجھے دیکھیں گے۔ یعنے یہاں میں ٹھہر نہیں سکتا کہ دشمنوں کا اندیشہ ہے۔ غرض اگر فی الحقیقت مسیح مرنے کے بعد جلالی جسم کے ساتھ زندہ ہوا تھا تو یہ بار ثبوت اسپر تھا کہ وہ ایسی زندگی کا یہودیوں کو ثبوت دیتا۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ وہ اِس بار ثبوت سے سبکدوش نہیں ہوا۔ یہ ایک بدیہی بیہودگی ہے کہ ہم یہودیوں پر الزام لگاویں کہ انہوں نے مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کے ثبوت کو روکدیا بلکہ مسیح نے خود اپنے دوبارہ زندہ ہونے کا ایک ذرہ ثبوت نہیں دیا بلکہ بھاگنے اور چھپنے اور کھانے اور سونے اور زخم دکھلانے سے اِس بات کا ثبوت دیا کہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۶ تا ۵۰

۲۲۲ وہ لوگ جو مسیح کو خدا جانتے ہیں ان میں سے یہ فرقہ بھی ہے جو بہت سے دلائل کے

---

* نوٹ۔ اِسجگہ مسیح نے عورتوں کو ان الفاظ سے تسلی نہیں دی کہ اب میں نئے اور جلالی جسم کے ساتھ اُٹھا ہوں اب میرے پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا بلکہ عورتوں کو کمزور دیکھ کر معمولی تسلی دی جو ہمیشہ مرد عورتوں کو دیا کرتے ہیں۔ غرض جلالی جسم کا کوئی ثبوت نہ دیا بلکہ اپنا گوشت اور ہڈیاں دکھلا کر معمولی جسم کا ثبوت دے دیا۔ منہ

ساتھ ثابت کرتے ہیں کہ مسیحؑ ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ صلیب سے نجات پا کر کسی ملک کی طرف چلا گیا اور وہیں مر گیا۔ چنانچہ سوپر نیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۲ میں اس بارے میں جو عبارت ہے اس کو ہم معہ ترجمہ ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے :۔

پہلی تفسیر جو لائق محققین نے کی ہے وہ یہ ہے کہ یسوع دراصل صلیب پر نہیں مرا بلکہ صلیب سے زندہ اتار کر اس کا جسم اس کے دوستوں کے حوالے کیا گیا اور وہ آخر بچ نکلا۔ اس عقیدہ کی تائید میں یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ اناجیل کے بیان کے مطابق یسوع صلیب پر تین گھنٹے یا چھ گھنٹہ رہ کر فوت ہوا۔ لیکن صلیب پر ایسی جلدی موت کبھی پہلے واقع نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ صرف اس کے ہاتھوں پر میخیں ماری گئی تھیں۔ اور پاؤں پر میخیں نہیں لگائی گئی تھیں چونکہ یہ عام قاعدہ نہ تھا کہ ہر ایک مصلوب کی ٹانگ توڑی جائے اس واسطے تین انجیل نویسوں نے تو اس کا ذکر ہی نہیں کیا۔ اور چوتھے نے بھی صرف اپنے طرز بیان کی تکمیل کی خاطر اس امر کا بیان کیا اور جہاں ٹانگ توڑنے کا ذکر نہیں ہے تو ساتھ ہی برچھی کا واقعہ

The first explanation adopted by some able critics is that Jesus did not really die on the Cross but being taken alive and his body being delivered to friends, he subsequently revived. In support of this theory it is argued that Jesus is represented by Gospels as expiring after having been but three or six hours upon the Cross which would have been but unprecedentedly rapid death. It is affirmed that only the hands and not the feet were nailed to the Cross. The crucifragian not usually accompanying crucifixion is dismissed as unknown to three synoptrits and only inserted by the fourth evangelist for dogmatic reasons and of course the lance disappears with the leg breaking. Thus the apparent

death was that profound faintness which might well fall upon an organization after some hours of physical and mental agony on the Cross, following continued strain and fatigue of the previous night. As soon as he had sufficiently recovered it is supposed that Jesus visited his disciples a few times to reassure them, but with pre–caution on account of the Jews, and was by them believed to have risen from the dead, as indeed' he himself may likewise have supposed, reviving as he had done from the faintness of death. Seeing however that his death had set the crown upon his work the master withdrew into impenetrable obscurity and was heard no more.

Gfrorer who maintains the theory of Scheintod with great ability thinks that Jesus had believers amongst the rulers of the Jews who although they

بھی کالعدم ہو جاتا ہے پس ظاہراً موت جو واقع ہوئی وہ ایک سخت بیہوشی تھی جو کہ چھ گھنٹہ کے جسمانی اور دماغی صدموں کے بعد اس کے جسم پر پڑی کیونکہ گزشتہ شب بھی متواتر تکلیف اور تھکاوٹ میں گذری تھی جب اسے کافی پھر صحت حاصل ہو گئی تو اپنے حواریوں کو پھر یقین دلانے کے واسطے کئی دفعہ ملا۔ لیکن یہودیوں کے سبب نہایت احتیاط کی جاتی تھی۔ حواریوں نے اس وقت یہ سمجھا کہ یہ مرکر زندہ ہوا ہے۔ اور چونکہ موت کی سی بیہوشی تک پہنچ کر وہ پھر بحال ہوا اس واسطے ممکن ہے کہ اس نے آپ بھی دراصل یہی سمجھا ہو کہ میں مرکر پھر زندہ ہوا ہوں اب جب استاد نے دیکھا کہ اس موت نے میرے کام کی تکمیل کر دی ہے تو وہ پھر کسی ناقابل حصول اور نامعلوم تنہائی کی جگہ میں چلا گیا اور مفقود الخبر ہو گیا۔

گفرورر جس نے شنٹوڈ کے اس مسئلہ کی نہایت قابلیت کے ساتھ تائید کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ یہود کے حکام کے درمیان یسوع کے مرید تھے جو کہ اس کو اگرچہ اس

مخالفت سے بچا نہیں سکتے تھے تاہم
ان کو امید تھی کہ ہم اس کو مرنے
سے بچا لیں گے۔ یوسف ایک
دولت مند آدمی تھا۔ اور اسے مسیح
کے بچانے کے وسائل مل گئے۔ نئی
قبر بھی اس مقام صلیب کے قریب
ہی اس نے تیار کرالی۔ اور جسم بھی
پلاطوس سے مانگ لیا۔ اور نکومیڈس
جو بہت سے مصالح خرید لایا تھا تو وہ
صرف یہود کی توجّہ ہٹانے کے واسطے
تھے اور یسوع کو جلدی قبر میں رکھا
گیا۔ اور ان لوگوں کی سعی سے وہ بچ
گیا۔ گفرورر نے یوحنا باب
۲۰۔ آیت ۱۷ کی مشہور آیت کی
عجیب تفسیر کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ
مسیح کا جو یہ فقرہ ہے کہ میں ابھی اپنے
باپ کے پاس نہیں گیا۔ اس فقرہ
میں آسمان پر جانے سے مراد
صرف مرنا ہے اور یسوع نے جو یہ کہا
ہے کہ مجھے نہ چھوؤ کیونکہ میں ابھی
تک گوشت اور خون ہوں۔ اس
میں گوشت اور خون ہونے سے بھی
یہی مراد ہے کہ میں ابھی مرا
نہیں۔ یسوع اس واقعہ کے بعد
پوشیدہ طور پر کئی دفعہ اپنے حواریوں
کو ملا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اس

could not shield him from the opposition against him still hoped to save him from death. Joseph a rich man found the means of doing so. He prepared the new sepulchre close to the place of execution to be at hand, begged the body from Pilate–the immense quantity of spices bought by Nicomedus being merely to distract the attention of Jews, Jesus being quickly carried to the sepulchres was restored to life by their efforts.

He interprets the famous verse John XX:17 curiously. The expression 'I have not yet ascended to my father.' He takes as meaning simply the act of dying going to Heaven' and the reply of Jesus is equivalent to 'Touch me not for I am still flesh and blood, I am not yet dead, Jesus sees his, disciples only a few times mysteriously

کی موت نے اس کے کام کی صداقت پر آخری مہر لگادی ہے تو وہ پھر کسی ناقابل حصول تنہائی میں چلا گیا۔ دیکھو کتاب سوپر نیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۳

and believing that he had set the final seal to the truth of his work by his death he then retires into impenetrable gloo! Das Heilighturn and dieWabrhcit p.107 p.231.
(P p.523 of the Supernatural religion)

اور یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی موت کے مسئلہ کو مسلمان عیسائیوں سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ قرآن شریف میں اس کی موت کا بار بار ذکر ہے۔ لیکن بعض نادانوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ اس آیت قرآن شریف میں یعنی وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ میں لفظ شبّہ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ کسی اور کو سولی دیا گیا اور وہ خیال نہیں کرتے کہ ہر ایک شخص کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے۔ پس اگر کوئی اور شخص حضرت عیسیٰ کی جگہ صلیب دیا جاتا تو صلیب دینے کے وقت ضرور وہ شور مچاتا کہ میں تو عیسیٰ نہیں ہوں۔ اور کئی دلائل اور کئی امتیازی اسرار پیش کر کے ضرور اپنے تئیں بچالیتا نہ یہ کہ بار بار ایسے الفاظ منہ پر لاتا جن سے اس کا عیسیٰ ہونا ثابت ہوتا۔ رہا لفظ شُبِّهَ لَهُمْ ۔ سو اس کے وہ معنی نہیں ہیں جو سمجھے گئے ہیں اور نہ ان معنوں کی تائید میں قرآن اور احادیثِ نبویّہ سے کچھ پیش کیا گیا ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ موت کا وقوعہ یہودیوں پر مشتبہ کیا گیا۔ وہ یہی سمجھ بیٹھے کہ ہم نے قتل کر دیا ہے حالانکہ مسیح قتل ہونے سے بچ گیا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اس آیت میں شُبِّهَ لَهُمْ ۔ کے یہی معنے ہیں اور یہ سنّت اللہ ہے۔ خدا جب اپنے محبوبوں کو بچانا چاہتا ہے تو ایسے دھوکا میں مخالفین کو ڈال دیتا ہے۔ ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم جب غارِ ثور میں پوشیدہ ہوئے تو وہاں بھی ایک قسم کے شُبِّهَ لَهُمْ سے خدا نے کام لیا۔

تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۳۳ تا ۳۳۸

صلیبی موت سے نجات کے بارہ میں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کی شہادتیں

یہ دلائل جو اب ہم اِس باب میں لکھنے لگے ہیں بظاہر انکی نسبت ہر ایک کو خیال پیدا ہوگا کہ عیسائیوں کے مقابل پر اُن وجوہات کو پیش کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ وہ لوگ قرآن شریف یا کسی حدیث کو اپنے لئے حُجّت نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن ہم نے محض اس غرض سے اُن کو لکھا ہے کہ تا عیسائیوں کو قرآن شریف اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ معلوم ہو۔ اور اُن پر یہ حقیقت کھلے کہ کیونکر وہ سچائیاں جو صدہا برس کے بعد اب معلوم ہوئی ہیں وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم نے پہلے سے بیان کر دی ہیں۔ چنانچہ اُن میں سے کسی قدر ذیل میں لکھتا ہوں۔ ۲۲۳

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبّہ لھم[1] الآیۃ وما قتلوہ یقیناً الآیۃ[2] یعنے یہودیوں نے نہ حضرت مسیح کو درحقیقت قتل کیا اور نہ بذریعہ صلیب ہلاک کیا بلکہ اُن کو محض ایک شُبہ پیدا ہوا کہ گویا حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت ہو گئے ہیں اور اُن کے پاس وہ دلائل نہیں ہیں جن کی وجہ سے اُن کے دل اس بات پر مطمئن ہو سکیں کہ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب پر جان نکل گئی تھی۔

اِن آیات میں اللہ تعالےٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بظاہر مسیح صلیب پر کھینچا گیا اور اس کے مارنے کا ارادہ کیا گیا مگر یہ محض ایک دھوکا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے ایسا خیال کر لیا کہ درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کی جان صلیب پر نکل گئی تھی بلکہ خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے

وہ صلیبی موت سے بچ رہا۔ اب انصاف کرنے کا مقام ہے کہ جو کچھ قرآن کریم نے یہود اور نصاریٰ کے برخلاف فرمایا تھا آخرکار وُہی بات سچی نکلی۔ اور اِس زمانہ کی اعلیٰ درجہ کی تحقیقات سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح درحقیقت صلیبی موت سے بچائے گئے تھے۔ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہودی اِس بات کا جواب دینے سے قاصر رہے کہ کیونکر حضرت مسیح علیہ السلام کی جان بغیر ہڈیاں توڑنے کے صرف دو تین گھنٹہ میں نکل گئی۔ اِسی وجہ سے بعض یہودیوں نے ایک اور بات بنائی ہے کہ ہم نے مسیح کو تلوار سے قتل کر دیا تھا۔ حالانکہ یہودیوں کی پُرانی تاریخ کے رُو سے مسیح کو تلوار کے ذریعہ سے قتل کرنا ثابت نہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی شان ہے کہ مسیح کے بچانے کے لئے اندھیرا ہوا۔ بھونچال آیا۔ پلاطوس کی بیوی کو خواب آئی۔ سبت کے دن کی رات قریب آگئی جس میں مصلوبوں کو صلیب پر رکھنا روا نہ تھا۔ حاکم کا دل بوجہ ہولناک خواب کے مسیح کے چھڑانے کے لئے متوجہ ہوا۔ یہ تمام واقعات خدا نے اِس لئے ایک ہی دفعہ پیدا کر دیئے کہ تا مسیح کی جان بچ جائے۔ اِس کے علاوہ مسیح کو غشی کی حالت میں کر دیا کہ تا ہر ایک کو مُردہ معلوم ہو۔ اور یہودیوں پر اُس وقت ہیبت ناک نشان بھونچال وغیرہ کے دِکھلا کر بزدلی اور خوف اور عذاب کا اندیشہ طاری کر دیا۔ اور یہ دھڑکہ اس کے علاوہ تھا کہ سبت کی رات میں لاشیں صلیب پر نہ رہ جائیں۔ پھر یہ بھی ہُوا کہ یہودیوں نے مسیح کو غشی میں دیکھ کر سمجھ لیا کہ فوت ہوگیا ہے۔ اندھیرے اور بھونچال اور گھبراہٹ کا وقت تھا۔ گھروں کا بھی اُن کو فکر پڑا کہ شاید اِس بھونچال اور اندھیرے سے بچوں پر کیا گذرتی ہوگی۔ اور یہ دہشت بھی دِلوں پر غالب ہوئی کہ اگر یہ شخص کاذب اور کافر تھا جیسا کہ ہم نے دِل میں سمجھا ہے تو اسکے اس دُکھ دینے کے وقت ایسے ہولناک آثار کیوں ظاہر ہوئے ہیں جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ لہٰذا انکے دِل بے قرار ہوکر اس لائق نہ رہے کہ وہ مسیح کو اچھی طرح دیکھتے کہ آیا مر گیا

یا کیا حال ہے۔ مگر درحقیقت یہ سب امور مسیح کے بچانے کے لئے خدائی تدبیریں
تھیں۔ اسی کی طرف اِس آیت میں اشارہ ہے۔ ولٰکن شبّہ لہم یعنے یہود
مسیح کو جان سے مارا نہیں ہے لیکن خدا نے اُن کو شبہ میں ڈال دیا کہ گویا جاں مار
دیا ہے۔ اِس سے راستبازوں کو خدائے تعالیٰ کے فضل پر بڑی اُمید ی ہے
کہ جس طرح اپنے بندوں کو چاہے بچا لے۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد صفحہ ۵۰ تا ۵۲

۲۲۴

اور قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت حضرت مسیح ق میں ہے۔ وجیہاً
فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقرّبین۔ اِس کا ترجمہ یہ نہ دنیا میں بھی مسیح کو
اِس کی زندگی میں وجاہت یعنے عزّت اور مرتبہ اور عام لوگوں نظر میں عظمت اور بزرگی
ملے گی اور آخرت میں بھی۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے ہیرودوس اور پلاطوس
کے علاقہ میں کوئی عزّت نہیں پائی بلکہ غایت درجہ کی تحقیر کی گئی۔ اور یہ خیال کہ دنیا میں
پھر آکر عزّت اور بزرگی پائیں گے۔ یہ ایک بے اصل وہم ہے جو نہ صرف خدا تعالےٰ
کی کتابوں کے منشاء کے مخالف بلکہ اسکے قدیم قانون قدرت سے بھی مغائر اور مبائن اور
پھر ایک بے ثبوت امر ہے مگر واقعی اور سچّی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اُس
بدبخت قوم کے ہاتھ سے نجات پا کر جب ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے فخر بخشا۔ تو
اِس ملک میں خدا تعالیٰ نے اُنکو بہت عزّت دی اور بنی اسرائیل کی دس قومیں جو گم تھیں
اِس جگہ آکر اُن کو مل گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل اِس ملک میں آکر اکثر اُن میں
سے بُدھ مذہب میں داخل ہو گئے تھے اور بعض ذلیل قسم کی بُت پرستی میں پھنس گئے تھے۔
سو اکثر اُن کے حضرت مسیح کے اس ملک میں آنے سے راہ راست پر آگئے۔ اور چونکہ
حضرت مسیح کی دعوت میں آنے والے نبی کے قبول کرنے کے لئے وصیت تھی اس لئے
وہ دس فرقے جو اس ملک میں آکر افغان اور کشمیری کہلائے۔ آخر کار سب کے سب

مسلمان ہوگئے۔ غرض اس ملک میں حضرت مسیح کو بڑی وجاہت پیدا ہوئی۔ اور حال میں ایک سکہ ملا ہے جو اسی ملک پنجاب میں سے برآمد ہوا ہے اُس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام پالی تحریر میں درج ہے اور اسی زمانہ کا سکہ ہے جو حضرت مسیح کا زمانہ تھا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اِس ملک میں آکر شاہانہ عزت پائی۔ اور غالباً یہ سکّہ ایسے بادشاہ کی طرف سے جاری ہوا ہے جو حضرت مسیح پر ایمان لے آیا تھا۔ ایک اور سکّہ برآمد ہوا ہے اس پر ایک اسرائیلی مرد کی تصویر ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی حضرت مسیح کی تصویر ہے۔ قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے کہ مسیح کو خدا نے ایسی برکت دی ہے کہ جہاں جائے گا وہ مبارک ہوگا۔ سو ان سکّوں سے ثابت ہے کہ اُس نے خدا سے بڑی برکت پائی اور وہ فوت نہ ہوا جب تک اس کو ایک شاہانہ عزت نہ دی گئی۔ اسی طرح قرآن شریف میں ایک یہ بھی آیت ہے ومطھّرک من الذین کفروا یعنے اے عیسیٰ میں اُن الزاموں سے تجھے بری کرونگا اور تیرا پاکدامن ہونا ثابت کردوں گا اور اُن تہمتوں کو دُور کردوں گا جو تیرے پر یہود اور نصاریٰ نے لگائیں۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی تھی اور اس کا ماحصل یہی ہو کہ یہود نے یہ تہمت لگائی تھی کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح مصلوب ہو کر ملعون ہو کر خدا کی محبت اُنکے دل میں سے جاتی رہی اور جیسا کہ لعنت کے مفہوم کے لئے شرط ہے اُن کا دِل خدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ہوگیا اور تاریکی کے بے انتہا طوفان میں پڑ گیا اور بدیوں سے محبت کرنے لگا اور کل نیکیوں کا مخالف ہوگیا اور خدا سے تعلق توڑ کر شیطان کی بادشاہت کے ماتحت ہوگیا اور اس میں اور خدا میں حقیقی دشمنی پیدا ہوگئی۔ اور یہی تہمت ملعون ہونے کی نصاریٰ نے بھی لگائی تھی مگر نصاریٰ نے اپنی نادانی سے دو ضدوں کو ایک ہی جگہ جمع کردیا ہے۔ انہوں نے ایک طرف تو حضرت مسیح کو خدا کا فرزند قرار دیا اور دُوسری طرف ملعون بھی قرار دیا ہے اور خود مانتے ہیں کہ ملعون تاریکی اور شیطان کا فرزند ہوتا ہے

یا خود شیطان ہوتا ہے سو حضرت مسیح پر یہ سخت ناپاک تہمتیں لگائی گئی تھیں۔ اور "مطہرک" کی پیشگوئی میں یہ اشارہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ ان الزاموں سے حضرت مسیح کو پاک کرے گا۔ اور یہی وہ زمانہ ہے۔

اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تطہیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی سے بھی عقلمندوں کی نظروں میں بخوبی ہو گئی۔ کیونکہ آنجناب نے اور قرآن شریف نے گواہی دی کہ وہ الزام سب جھوٹے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے گئے تھے۔ لیکن یہ گواہی عوام کی نظر میں نظری اور باریک تھی اس لئے اللہ تعالیٰ کے انصاف نے یہی چاہا کہ جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو مصلوب کرنا ایک مشہور امر تھا اور امور بدیہیہ مشہودہ محسوسہ میں سے تھا اسی طرح تطہیر اور بریت بھی امور مشہودہ محسوسہ میں سے ہونی چاہیئے۔ سو اب اسی کے موافق ظہور میں آیا یعنے تطہیر بھی صرف نظری نہیں بلکہ محسوس طور پر ہو گئی اور لاکھوں انسانوں نے اس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔ اور جیسا کہ گلگت یعنے سری کے مکان پر حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا گیا تھا ایسا ہی سری کے مکان پر یعنے سرینگر میں اُنکی قبر کا ہونا ثابت ہوا۔ یہ عجیب بات ہے کہ دونوں موقعوں میں سری کا لفظ موجود ہے۔ یعنے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر کھینچے گئے اُس مقام کا نام بھی گلگت یعنے سری ہے اور جہاں اُنیسویں صدی کے اخیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر ثابت ہوئی اُس مقام کا نام بھی گلگت یعنے سری ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ گلگت کہ جو کشمیر کے علاقہ میں ہے یہ بھی سری کیطرف ایک اشارہ ہے۔ غالباً یہ شہر حضرت مسیح کے وقت میں بنایا گیا ہے اور واقعہ صلیب کی یادگار مقامی کے طور پر اس کا نام گلگت یعنے سری رکھا گیا۔ جیسا کہ لاسہ جس کے معنے ہیں معبود کا شہر۔ یہ عبرانی لفظ ہے اور یہ بھی حضرت مسیح کے وقت میں آباد ہوا ہے۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۲ تا ۵۵

۲۲۵

اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی ہوئی ہے۔ اور اس بات کو اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں دو ایسی باتیں جمع ہوئی تھیں کہ کسی نبی میں وہ دونوں جمع نہیں ہوئیں۔ (۱) ایک یہ کہ انہوں نے کامل عمر پائی یعنے ایک سو پچیس ۱۲۵ برس زندہ رہے۔ (۲) دوم یہ کہ انہوں نے دنیا کے اکثر حصوں کی سیاحت کی۔ اِس لئے نبی سیّاح کہلائے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر وہ صرف تینتیس ۳۳ برس کی عمر میں آسمان کی طرف اُٹھائے جاتے تو اِس صورت میں ایک سو پچیس ۱۲۵ برس کی روایت صحیح نہیں ٹھہر سکتی تھی اور نہ اُس چھوٹی سی عمر میں تینتیس برس میں سیاحت کر سکتے تھے۔ اور یہ روائتیں نہ صرف حدیث کی معتبر اور قدیم کتابوں میں لکھی ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے فرقوں میں اس تواتر سے مشہور ہیں کہ اس سے بڑھ کر متصوّر نہیں۔ کنز العمال جو احادیث کی ایک جامع کتاب ہے اسکے صفحہ ۳۴ * میں ابو ہریرہ سے یہ حدیث لکھی ہے۔ اوحی اللہ تعالٰی الی عیسٰی ان یا عیسٰی انتقل من مکان الی مکان لئلا تعرف فتوذی یعنے اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے عیسٰی ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف نقل کرتا رہ یعنے ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف جا۔ تا کہ کوئی تجھے پہچان کر دُکھ نہ دے۔ اور پھر اسی کتاب میں جابر سے روایت کر کے یہ حدیث لکھی ہے۔ ** کان عیسٰی ابن مریم یسیح فاذا امسٰی اکل بقل الصحراء ویشرب الماء القراح یعنے حضرت عیسٰی علیہ السلام ہمیشہ سیاحت کیا کرتے تھے اور ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سیر کرتے تھے اور جہاں شام پڑتی تھی تو جنگل کے بقولات میں سے کچھ کھاتے تھے اور خالص پانی پیتے تھے۔ اور پھر اسی کتاب میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے جس کے یہ لفظ ہیں۔ قال احب شیٔ الی اللہ الغرباء قیل ای شیٔ الغرباء۔

---

* جلد دوم۔ ** جلد دوم ص۷۱۔

قال الذین یفرون بدینہم ویجتمعون الیٰ عیسیٰ ابن مریم[ا] یعنے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پیارے خدا کی جناب میں وہ لوگ ہیں جو غریب ہیں۔ پوچھا گیا کہ غریب کے کیا معنے ہیں کیا وہ لوگ ہیں جو عیسیٰ مسیح کی طرح دین لیکر اپنے ملک سے بھاگتے ہیں۔ مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۵، ۵۶

[ا] جلد چھ صلہ۔

صلیبی موت سے نجات کے بارہ میں طبابت کی کتابوں کی شہادتیں

۲۳۶

ایک اعلیٰ درجہ کی شہادت جو حضرت مسیح کے صلیب سے بچنے پر ہم کو ملی ہے اور جو ایسی شہادت ہے کہ بجز ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا وہ ایک نسخہ ہے جس کا نام مرہم عیسیٰ ہے جو طب کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا پایا جاتا ہے۔ ان کتابوں میں سے بعض ایسی ہیں جو عیسائیوں کی تالیف ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ جن کے مؤلف مجوسی یا یہودی ہیں۔ اور بعض کے بنانیوالے مسلمان ہیں۔ اور اکثر ان میں بہت قدیم زمانہ کی ہیں۔ تحقیق سے ایسا معلوم ہوا ہے کہ اوّل زبانی طور پر اس نسخہ کا لاکھوں انسانوں میں شہرہ ہوگیا اور پھر لوگوں نے اس نسخہ کو قلمبند کر لیا۔ پہلے رومی زبان میں حضرت مسیح کے زمانہ میں ہی کچھ تھوڑا عرصہ واقعہ صلیب کے بعد ایک قرابادین تالیف ہوئی جس میں یہ نسخہ تھا اور جس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی چوٹوں کیلئے یہ نسخہ بنایا گیا تھا۔ پھر وہ قرابادین کئی مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوئی یہاں تک کہ مامون رشید کے زمانہ میں عربی زبان میں اس کا ترجمہ ہوا۔ اور یہ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ ہر ایک مذہب کے فاضل طبیب نے کیا عیسائی کیا یہودی اور کیا مجوسی اور کیا مسلمان سب نے اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اُن کے حواریوں نے طیار کیا تھا اور جن کتابوں میں ادویہ مفردہ کے خواص لکھے ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اُن چوٹوں کے لئے نہایت مفید ہے جو کسی ضربہ یا سقطہ سے لگ جاتی ہیں اور چوٹوں سے جو خون رواں ہوتا ہے وہ فی الفور اس سے خشک ہو جاتا ہے اور چونکہ اس میں مُرّ بھی داخل ہے اس لئے زخم کیڑا پڑنے سے بھی محفوظ

رہتا ہے۔ اور یہ دوا طاعون کے لئے بھی مفید ہے۔ اور ہر قسم کے پھوڑے پھنسی کو اس سے فائدہ ہوتا ہے یہ معلوم نہیں کہ یہ دوا صلیب کے زخموں کے بعد خود ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے الہام کے ذریعہ سے تجویز فرمائی تھی یا کسی طبیب کے مشورہ سے طیار کی گئی تھی۔ اس میں بعض دوائیں اکسیر کی طرح ہیں۔ خاصکر مُر جس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے۔ بہرحال اس دوا کے استعمال سے حضرت مسیح علیہ السلام کے زخم چند روز میں ہی اچھے ہوگئے۔ اور اس قدر طاقت آگئی کہ آپ تین روز میں یروشلم سے جلیل کی طرف ستّر کوس تک پیادہ پا گئے۔ پس اس دوا کی تعریف میں اس قدر کافی ہے کہ مسیح تو اوروں کو اچھا کرتا تھا مگر اس دوا نے مسیح کو اچھا کیا۔ اور جن طب کی کتابوں میں یہ نسخہ لکھا گیا۔ وہ ہزار کتاب سے بھی زیادہ ہیں۔ جنکی فہرست لکھنے سے بہت طول ہوگا۔ اور چونکہ یہ نسخہ یونانی طبیبوں میں بہت مشہور ہے اس لئے میں کچھ ضرورت نہیں دیکھتا کہ تمام کتابوں کے نام اسجگہ لکھوں محض چند کتابیں جو اس جگہ موجود ہیں ذیل میں لکھ دیتا ہوں۔

فہرست اُن طبّی کتابوں کی جن میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہی اور یہ بھی ذکر ہی کہ وہ مرہم حضرت عیسیٰ کیلئے یعنے اُنکے بدن کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی

قانون شیخ الرئیس بوعلی سینا جلد ثالث صفحہ نمبر ۱۳۳۔ شرح قانون علامہ قطب الدین شیرازی جلد ثالث۔ کامل الصناعۃ تصنیف علی بن العباس المجوسی جلد دوم صفحہ ۶۰۲ کتاب مجموعہ بقائی مصنفہ محمود محمد اسمٰعیل مخاطب از خاقان بخطاب پدر محمد بقا خان جلد ۲ صفحہ ۴۹۷۔ کتاب تذکرۃ اولوالالباب مصنفہ شیخ داؤد الضریر الانطاکی صفحہ ۳۰۳۔ قرابادین رومی مصنفہ قریب زمانہ حضرت مسیح جس کا ترجمہ مامون رشید کے وقت میں عربی میں

ہوا امراض جلد۔ کتاب عمدۃ المحتاج مصنفہ احمد بن حسن الرشیدی الحکیم اس کتاب میں مرہم عیسٰی وغیرہ ادویہ سو کتاب میں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ کتابوں میں سے لکھی گئی ہیں۔ اور وہ تمام کتابیں فرنچ زبان میں تھیں۔ کتاب قرابادین فارسی مصنفہ حکیم محمد اکبر ارزانی امراض جلد۔ کتاب شفاء الاسقام جلد دوم صفحہ ۲۳۰۔ کتاب مرأۃ الشفا مصنفہ حکیم نتھو شاہ نسخہ قلمی امراض جلد۔ ذخیرۂ خوارزم شاہی امراض جلد۔ شرح قانون گیلانی جلد ثالث۔ شرح قانون قرشی جلد ثالث۔ قرابادین علوی خان امراض جلد۔ کتاب علاج الامراض مصنفہ حکیم محمد شریف خان صاحب صفحہ ۸۹۲۔ قرابادین یونانی امراض جلد۔ تحفۃ المومنین برحاشیہ مخزن الادویہ صفحہ ۱۳۷۔ کتاب محیط فی الطب صفحہ ۳۶۷۔ کتاب اکسیر اعظم جلد رابع مصنفہ حکیم محمد اعظم خان صاحب المخاطب بناظم جہاں صفحہ ۱۲۱۔ کتاب قرابادین معصومی المعصوم بن کریم الدین الشوستری شیرازی۔ کتاب عجالہ نافعہ لمحمد شریف دہلوی صفحہ ۱۴۰۔ کتاب طب شبری مسمٰی بلوامع شبریہ تالیف سید حسین شبر کاظمی صفحہ ۱۷۴۔ کتاب مخزن سلیمانی ترجمہ اکسیر عربی صفحہ ۵۹۹۔ مترجم محمد شمس الدین صاحب بہاولپوری۔ شفاء الامراض مترجم مولانا الحکیم محمد نور کریم صفحہ ۲۸۲ کتاب الطب داراشکوہی مؤلفہ نور الدین محمد عبد الحکیم عین الملک الشیرازی ورق ۳۶۰۔ کتاب منہاج الدکان بدستور الاعیان فی اعمال وترکیب النافعہ للابدان تالیف افلاطون زمانہ ورئیس اوانہ ابو المنا ابن ابی نصر العطار الاسرائیلی الہارونی (یعنے یہودی) صفحہ ۸۹۔ کتاب زبدۃ الطب لسید الامام ابو ابراہیم اسمٰعیل بن حسن الحسینی الجرجانی ورق ۱۸۲۔ طب اکبر مصنفہ محمد اکبر ارزانی صفحہ ۲۴۲۔ کتاب میزان الطب مصنفہ محمد اکبر ارزانی صفحہ ۱۵۲۔ سدیدی مصنفہ رئیس المتکلمین امام المحققین السدید الکازرونی صفحہ ۲۸۳ جلد ۲۔ کتاب حاوی کبیر ابن ذکریا امراض جلد۔ قرابادین ابن تلمیذ امراض جلد قرابادین ابن ابی صادق امراض جلد۔

یہ وہ کتابیں ہیں جن کو مَیں نے بطور نمونہ اس جگہ لکھا ہے۔ اور یہ بات اہلِ علم اور خاصکر طبیبوں پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اکثر ان میں ایسی کتابیں ہیں جو پہلے زمانہ میں اسلام کے بڑے بڑے مدرسوں میں پڑھائی جاتی تھیں اور یورپ کے طالب العلم بھی ان کو پڑھتے تھے اور یہ کہنا بالکل سچ اور مبالغہ کی ایک ذرہ آمیزش سے بھی پاک ہے کہ ہر ایک صدی میں قریباً کروڑہا انسان ان کتابوں کے نام سے واقف ہوتے چلے آئے ہیں اور لاکھوں انسانوں نے ان کو اوّل سے آخر تک پڑھا ہے اور ہم بڑے زور سے کہہ سکتے ہیں کہ یورپ اور ایشیا کے عالم لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ اُن بعض عظیم الشان کتابوں کے نام سے ناواقف ہو جو اس فہرست میں درج ہیں۔ جس زمانہ میں ہسپانیہ اور کیسمنو اور سُتلیرنم* دار العلم تھے اُس زمانہ میں بوعلی سینا کی کتاب قانون جو طب کی ایک بڑی کتاب ہے جس میں مرہم عیسٰی کا نسخہ ہے اور دُوسری کتابیں شفا اور اشارات اور بشارات جو طبعی اور ہیئت اور فلسفہ وغیرہ میں ہیں بڑے شوق سے اہلِ یورپ سیکھتے تھے۔ اور ایسا ہی ابونصر فارابی اور ابوریحان اور اسرائیل اور ثابت بن قرہ اور حنین بن اسحاق وغیرہ فاضلوں کی کتابیں اور اُنکی یونانی سے ترجمہ شدہ کتابیں پڑھائی جاتی تھیں یقیناً ان کتابوں کے ترجمے یورپ کے کسی حصّہ میں اب تک موجود ہونگے۔ اور چونکہ اسلام کے بادشاہ علم طب وغیرہ کو ترقی دینا بدل چاہتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے یونان کی عمدہ عمدہ کتابوں کا ترجمہ کرایا اور عرصہ دراز تک ایسے بادشاہوں میں خلافت رہی کہ وہ ملک کی توسیع کی نسبت علم کی توسیع زیادہ چاہتے تھے انہی وجوہ اور اسباب سے انہوں نے نہ صرف یونانی کتابوں کے ترجمے عربی میں کرائے بلکہ ملک ہند کے فاضل پنڈتوں کو بھی بڑی بڑی تنخواہوں پر طلب کر کے طب وغیرہ علوم کے بھی ترجمے کرائے۔ پس اُنکے احسانوں میں سے حق کے طالبوں پر یہ ایک بڑا احسان ہے جو انہوں نے اُن

---

* ہسپانیہ یعنے اندلس۔ کیسمنو یعنے قسلمونیہ۔ سُتلیرنم یعنے شنترین۔ منہ

رومی و یونانی وغیرہ طبیّ کتابوں کے ترجمے کرلئے جن میں مرہم عیسیٰ موجود تھی اور جسپر کتبہ کی طرح یہ لکھا ہوُا تھا کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی چوٹوں کے لئے طیار کی گئی تھی۔ فاضل حکماء عہد اسلام نے جیساکہ ثابت بن قرہ اور حنین بن اسحاق ہیں۔ جن کو علاوہ علم طب و طبعی و فلسفہ وغیرہ کی یونانی زبان میں خوب مہارت تھی۔ جب اِس قرابادین کا جس میں مرہم عیسیٰ تھی ترجمہ کیا تو عقلمندی سے شلیخا کے لفظ کو جو ایک یونانی لفظ ہے جو باران کو کہتے ہیں بعینہٖ عربی میں لکھ دیا۔ تا اس بات کا اشارہ کتابوں میں قائم رہے کہ یہ کتاب یونانی قرابادین سے ترجمہ کی گئی۔ اسی وجہ سے اکثر ہر ایک کتاب میں شلیخا کا لفظ بھی لکھا ہوُا پاؤ گے۔

اور یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگرچہ پُرانے سکّے بڑی قابل قدر چیزیں ہیں اور اُن کے ذریعہ سے بڑے بڑے تاریخی اسرار کھُلتے ہیں لیکن ایسی پُرانی کتابیں جو مسلسل طور پر ہر صدی میں کروڑہا انسانوں میں مشہور ہوتی چلی آئیں۔ اور بڑے بڑے مدارس میں پڑھائی گئیں اور اب تک درسی کتابوں میں داخل ہیں۔ ان کا مرتبہ اور عزّت ان سکّوں اور کتبوں سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ کتبوں اور سکّوں میں جعل سازی کی بھی گنجائش ہیں۔ لیکن وہ علمی کتابیں جو اپنے ابتدائی زمانہ میں ہی کروڑہا انسانوں میں مشہور ہوتی چلی آئی ہیں اور ہر ایک قوم اُنکی محافظ اور پاسبان ہوتی رہی ہے اور اب بھی ہے۔ اُنکی تحریریں بلاشبہ ایسی اعلیٰ درجہ کی شہادتیں ہیں جو سکّوں اور کتبوں کو اُن سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ اگر ممکن ہو تو کسی سکّہ یا کتبہ کا نام تو لو جس نے ایسی شہرت پائی ہو جیساکہ بوعلی سینا کے قانون نے۔ غرض مرہم عیسیٰ حق کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان شہادت ہے۔ اگر اس شہادت کو قبول نہ کیا جائے تو پھر دُنیا کے تمام تاریخی ثبوت اعتبار سے گر جاویں گے کیونکہ اگرچہ اب تک ایسی کتابیں جن میں اِس مرہم کا ذکر ہے قریباً ایک ہزار ہیں یا

کچھ زیادہ۔ لیکن کروڑہا انسانوں میں یہ کتابیں اور ان کے مؤلف شہرت یافتہ ہیں۔ اب ایسا شخص علم تاریخ کا دشمن ہوگا جو اِس بدیہی اور روشن اور پُرزور ثبوت کو قبول نہ کرے۔ اور کیا یہ تحکم پیش جا سکتا ہے کہ اِس قدر عظیم الشان ثبوت کو ہم نظرانداز کر دیں اور کیا ہم ایسے بھاری ثبوت پر بدگمانی کر سکتے ہیں جو یورپ اور ایشیا پر دائرہ کی طرح محیط ہو گیا ہے۔ اور جو یہودیوں اور عیسائیوں اور مجوسیوں اور مسلمانوں کے نامی فلاسفروں کی شہادتوں سے پیدا ہوا ہے۔ اب اے محققوں کی رُوحو! اِس اعلیٰ ثبوت کی طرف دوڑو۔ اور اے منصف مزاجو! اِس معاملہ میں ذرا غور کرو۔ کیا ایسا چمکتا ہوا ثبوت اِس لائق ہے کہ اُس پر توجہ نہ کی جائے؟ کیا مناسب ہے کہ ہم اِس آفتابِ صداقت سے روشنی حاصل نہ کریں؟ یہ وہم بالکل لغو اور بیہودہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوّت کے زمانہ سے پہلے چوٹیں لگی ہوں یا نبوّت کے زمانہ کی ہی چوٹیں ہوں مگر وہ صلیب کی نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہاتھ اور پَیر زخمی ہو گئے ہوں۔ مثلاً وہ کسی کوٹھے پر سے گر گئے ہوں اور اِس صدمہ کے لئے یہ مرہم طیار کی گئی ہو۔ کیونکہ نبوّت کے زمانہ سے پہلے حواری نہ تھے اور اِس مرہم میں حواریوں کا ذکر ہے۔ شلیخا کا لفظ جو یونانی ہے جو باراں کو کہتے ہیں۔ ان کتابوں میں اب تک موجود ہے۔ اور نیز نبوت کے زمانہ سے پہلے حضرت مسیح کی کوئی عظمت تسلیم نہیں کی گئی تھی تا اسکی یادگار محفوظ رکھی جاتی اور نبوّت کا زمانہ صرف ساڑھے تین برس تھا اور اِس مدت میں کوئی واقعہ ضربہ یا سقطہ کا بجز واقعہ صلیب کے حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت تاریخوں سے ثابت نہیں۔ اور اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ ممکن ہے کہ ایسی چوٹیں کسی اور سبب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لگی ہوں تو یہ ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ کیونکہ ہم جس واقعہ کو پیش کرتے ہیں وہ ایک ایسا ثابت شدہ اور مانا ہوا واقعہ ہے کہ نہ یہودیوں کو اس سے انکار ہے اور نہ عیسائیوں کو یعنے صلیب کا واقعہ۔ لیکن یہ خیال کہ کسی اور سبب سے کوئی چوٹ حضرت مسیح کو

لگی ہوگی کسی قوم کی تاریخ سے ثابت نہیں۔ اس لئے ایسا خیال کرنا عمداً سچائی کی راہ کو چھوڑنا ہے۔ یہ ثبوت ایسا نہیں ہے کہ اس قسم کے بیہودہ عذرات سے ردّ ہو سکے۔ اب تک بعض کتابیں بھی موجود ہیں جو مصنّفوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک پُرانا قلمی نسخہ قانون بوعلی سینا کا اُسی زمانہ کا لکھا ہوا میرے پاس بھی موجود ہے۔ تو پھر یہ صریح ظلم اور سچائی کا خون کرنا ہے کہ ایسے روشن ثبوت کو یونہی پھینک دیا جائے۔ بار بار اس بات میں غور کرو اور خوب غور کرو کہ کیونکر یہ کتابیں اب تک یہودیوں اور مجوسیوں اور عیسائیوں اور عربوں اور فارسیوں اور یونانیوں اور رومیوں اور اہل جرمن اور فرانسیسیوں اور دوسرے یورپ کے ملکوں اور ایشیا کے پُرانے کتب خانوں میں موجود ہیں اور کیا یہ لائق ہے کہ ہم ایسے ثبوت سے جس کی روشنی سے انکار کی آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں یونہی مُنہ پھیر لیں؟ اگر یہ کتابیں صرف اہل اسلام کی تالیف اور اہلِ اسلام کے ہی ہاتھ میں ہوتیں تو شاید کوئی جلد باز یہ خیال کر سکتا کہ مسلمانوں نے عیسائی عقیدہ پر حملہ کرنے کیلئے جعلی طور پر یہ باتیں اپنی کتابوں میں لکھدی ہیں۔ مگر یہ خیال علاوہ ان وجوہ کے جو ہم بعد میں لکھتے ہیں اس وجہ سے بھی غلط تھا کہ ایسے جعل کے مسلمان کسی طور سے مرتکب نہیں ہو سکتے تھے کیونکہ عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد بلا توقف آسمان پر چلے گئے۔ اور مسلمان تو اِس بات کے قائل بھی نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر کھینچا گیا یا صلیب پر سے اُن کو زخم پہنچے پھر وہ عمداً ایسی جعل سازی کیونکر کر سکتے تھے جو انکے عقیدہ کے بھی مخالف تھی۔ ماسوا اِس کے ابھی اسلام کا دُنیا میں وجود بھی نہیں تھا جبکہ رومی و یونانی وغیرہ زبانوں میں ایسی قرابادینیں لکھی گئیں اور کروڑہا لوگوں میں مشہور کی گئیں جن میں مرہم عیسیٰ کا نسخہ موجود تھا۔ اور ساتھ ہی یہ تشریح بھی موجود تھی کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بنائی تھی۔ اور یہ قومیں

یعنی یہودی و عیسائی و اہلِ اسلام و مجوسی مذہبی طور پر ایک دُوسرے کے دشمن تھے۔ پس ان سب کا اِس مرہم کو اپنی کتابوں میں درج کرنا بلکہ درج کرنے کے وقت اپنے مذہبی عقیدوں کی بھی پروا نہ رکھنا صاف اِس بات کا ثبوت ہے کہ یہ مرہم ایسا واقعہ مشہورہ تھا کہ کوئی فرقہ اور کوئی قوم اِس سے منکر نہ ہو سکی۔ ہاں جب تک وہ وقت نہ آیا جو مسیح موعود کے ظہور کا وقت تھا اُسوقت تک ان تمام قوموں کے ذہن کو اس طرف التفات نہیں ہوئی کہ یہ نسخہ جو صدہا کتابوں میں درج اور مختلف قوموں کے کروڑہا انسانوں میں شہرت یاب ہو چکا ہے اِس سے کوئی تاریخی فائدہ حاصل کریں۔ پس اِس جگہ ہم بجز اسکے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہُوا حربہ اور وہ حقیقت نما برہان کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کرے اِس کی نسبت ابتدا سے یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے دُنیا میں ظاہر ہو۔ کیونکہ خُدا کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئیگا جب تک کہ مسیح موعود دُنیا میں ظاہر نہ ہو۔ اور وُہی ہے جو کسرِ صلیب اُس کے ہاتھ پر ہو گی۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۶ تا ۶۴

نیز دیکھیں ست بچن۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۸

و، راز حقیقت۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۱۔ حاشیہ

صلیبی موت سے نجات کے بارہ میں تاریخی کتابوں کی شہادتیں

چونکہ اس باب میں مختلف قسم کی شہادتیں ہیں اس لئے
صفائی ترتیب کے لئے ہم اس کو کئی فصل پر منقسم کر دیتے ہیں۔
اور وہ یہ ہیں۔

٢٢٧

پہلی فصل:۔ اسلامی کتب

کتاب روضۃ الصفا جو ایک مشہور تاریخی کتاب ہے اُس کے صفحہ ۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵- میں بزبان فارسی وہ عبارت لکھی ہے جس کا خلاصہ ترجمہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے :۔

"حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نام مسیح اس واسطے رکھا گیا کہ وہ سیاحت بہت کرتے تھے۔ ایک پشمی طاقیہ اُن کے سر پر ہوتا تھا اور ایک پشمی کُرتہ پہنے رہتے تھے۔

اور ایک عصا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اور ہمیشہ ملک بہ ملک اور شہر بشہر پھرتے تھے۔ اور جہاں رات پڑ جاتی وہیں رہ جاتے تھے۔ جنگل کی سبزی کھاتے تھے اور جنگل کا پانی پیتے اور پیادہ سیر کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیاحت کے زمانہ میں اُن کے رفیقوں نے اُن کیلئے ایک گھوڑا خریدا! اور ایک دن سواری کی مگر چونکہ گھوڑے کے آب و دانہ اور چارے کا بندوبست نہ ہو سکا اس لئے اسکو واپس کر دیا۔ وہ اپنے ملک سے سفر کر کے نصیبین میں پہنچے جو اُن کے وطن سے کئی سو کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اور آپ کے ساتھ چند حواری بھی تھے۔ آپ نے حواریوں کو تبلیغ کے لئے شہر میں بھیجا۔ مگر اُس شہر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُنکی والدہ کی نسبت غلط اور خلاف واقعہ خبریں پہنچی ہوئی تھیں اِس لئے اس شہر کے حاکم نے حواریوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُلایا۔ آپ نے اعجازی برکت سے بعض بیماروں کو اچھا کیا۔ اور اور بھی کئی معجزات دکھلائے۔ اِس لئے نصیبین کے ملک کا بادشاہ مع تمام لشکر اور باشندوں کے آپ پر ایمان لے آیا اور نزول مائدہ کا قصہ جو قرآن شریف میں ہے وہ واقعہ بھی ایام سیاحت کا ہے"

یہ خلاصہ بیان تاریخ روضۃ الصفا ہے۔ اور اسجگہ مصنّف کتاب نے بہت سے بیہودہ اور لغو اور دُور از عقل معجزات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیطرف منسوب کئے ہیں جنکو ہم افسوس کے ساتھ چھوڑتے ہیں اور اپنی اس کتاب کو اُن جھوٹ اور فضول اور مبالغہ آمیز باتوں سے پاک رکھ کر صرف اصل مطلب اُس سے لیتے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سیر کرتے کرتے نصیبین تک پہنچ گئے تھے اور نصیبین موصل اور شام کے درمیان ایک شہر ہے جسکو انگریزی نقشوں میں نسی بس کے نام سے لکھا ہے۔ جب ہم ملک شام سے فارس کیطرف سفر کریں تو ہماری راہ میں نصیبین آئیگا اور وہ بیت المقدس سے تقریباً ساڑھے چار سو کوس ہے اور پھر نصیبین سے قریباً ۴۸ میل موصل ہے جو بیت المقدس سے پانسو میل کے فاصلہ پر ہے اور موصل سے فارس کی حد صرف سو میل رہ جاتی ہے اس حساب سے نصیبین فارس کی حد سے ڈیڑھ سو میل پر ہے اور فارس کی مشرقی حد افغانستان کے شہر ہرات تک ختم ہوتی ہے یعنے فارس کیطرف ہرات افغانستان کی مغربی حد پر واقع ہے اور فارس کی مغربی حد سے قریباً نو سو میل کے فاصلہ پر ہے اور ہرات سے درہ خیبر تک قریباً پانسو میل کا فاصلہ ہے۔

دیکھو نقشہ ہذا

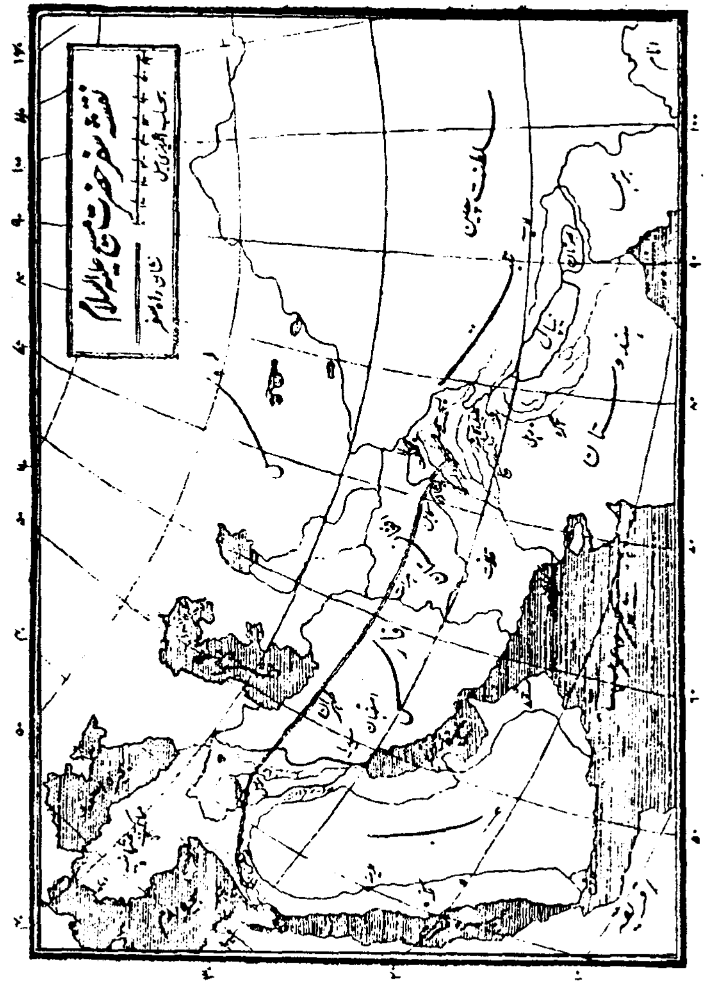

یو۔ سی۔ بی۔ ایس۔ اے عیسائی تاریخ یونانی جس کو ہین مرایک شخص لندن کے رہنے والے نے ۱۶۵۰ء میں انگریزی زبان میں ترجمہ کیا اس کے پہلے باب چودھویں فصل میں ایک خط ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ اگبیرس نام نے دریائے فرات کے پار سے حضرت عیسی کو اپنے پاس بلایا تھا۔ اگبیرس کا حضرت عیسی کی طرف خط اور حضرت عیسی کا جواب بہت جھوٹ اور مبالغہ سے بھرا ہوا ہے۔ مگر اس قدر سچی بات معلوم ہوتی ہے کہ اس بادشاہ نے یہودیوں کا ظلم سن کر حضرت عیسی کو اپنے پاس پناہ دینے کے لئے بلایا تھا اور بادشاہ کو خیال تھا کہ یہ سچا نبی ہے۔ منہ

یہ اُن ملکوں اور شہروں کا نقشہ ہے جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کا کشمیر کیطرف آتے ہوئے گذر ہوا۔
اِس سیر و سیاحت سے آپ کا یہ ارادہ تھا کہ تا اوّل اُن بنی اسرائیل کو ملیں۔ جن کو شاہ سلمنذر پکڑ کر ملک میدیا میں لے گیا تھا۔ اور یاد رہے کہ عیسائیوں کے شائع کردہ نقشہ میں میدیا بحیرۂ خزر کے جنوب میں دکھایا گیا ہے جہاں آجکل فارس کا ملک واقع ہے۔ اِس سے سمجھ سکتے ہیں کہ کم سے کم میدیا اُس ملک کا ایک حصّہ تھا جسے آجکل فارس کہتے ہیں۔ اور فارس کی مشرقی حد افغانستان سے متصل ہے اور اس کے جنوب میں سمندر ہے۔ اور مغرب میں ملک روم۔ بہرحال اگر روضۃ الصفا کی روایت پر اعتبار کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نصیبین کی طرف سفر کرنا اِس غرض سے تھا کہ تا فارس کی راہ سے افغانستان میں آویں اور ان گمشدہ یہودیوں کو جو آخر افغان کے نام سے مشہور ہوئے حق کی طرف دعوت کریں✻۔ افغان کا نام عبرانی معلوم ہوتا ہے۔ یہ لفظ ترکیبی ہے جس کے معنے بہادر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی فتحیابیوں کے وقت یہ خطاب بہادر کا اپنے لئے مقرر کیا۔

اب حاصل کلام یہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام افغانستان سے ہوتے ہوئے پنجاب کی طرف آئے۔ اس ارادہ سے کہ پنجاب اور ہندوستان دیکھتے ہوئے پھر کشمیر کی طرف قدم اُٹھاویں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ افغانستان اور کشمیر کی حد فاصل چترال کا علاقہ اور کچھ حصّہ پنجاب کا ہے۔ اگر افغانستان سے کشمیر میں پنجاب کے رستے سے آویں۔ تو قریباً اسّی کوس یعنے ۱۲۰ میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے اور چترال کی راہ سے سو کوس

✻ توریت میں بنی اسرائیل کے لئے وعدہ تھا کہ اگر تم آخری نبی پر ایمان لاؤ گے تو آخری زمانہ میں بہت سی مصیبتوں کے بعد پھر حکومت اور بادشاہت تم کو ملے گی۔ چنانچہ وہ وعدہ اس طور پر پورا ہوا کہ بنی اسرائیل کی دس قوموں نے اسلام اختیار کر لیا۔ اسی وجہ سے افغانوں میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے اور نیز کشمیریوں میں بھی۔ منہ

کا فاصلہ ہے۔لیکن حضرت مسیح نے بڑی عقلمندی سے افغانستان کا راہ اختیار کیا تا اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں جو افغان تھے فیضیاب ہو جائیں۔ اور کشمیر کی مشرقی حد ملک تبت سے متصل ہے اس لئے کشمیر میں آکر بآسانی تبت میں جاسکتے تھے۔ اور پنجاب میں داخل ہو کر اُنکے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ قبل اس کے جو کشمیر اور تبت کی طرف آویں ہندوستان کے مختلف مقامات کا سیر کریں۔ سو جیسا کہ اس ملک کی پورانی تاریخیں بتلاتی ہیں یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہوگا اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔ چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے۔ اِس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہونگے اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتدا میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا اور چونکہ وہ ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے اس لئے یہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل اختیار کر لی ہوگی۔ اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں۔ مگر افسوس کہ افغانوں کی قوم کا تاریخی شیرازہ نہایت درہم برہم ہے اسلئے ان کے قومی تذکروں کے ذریعہ سے کوئی اصلیت پیدا کرنا نہایت مشکل امر ہے۔ بہرحال اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ افغان بنی اسرائیل میں سے ہیں جیسا کہ کشمیری بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ اور جن لوگوں نے اپنی تالیفات میں اس کے برخلاف لکھا ہے اُنہوں نے سخت دھوکا کھایا ہے اور فکر دقیق سے کام نہیں لیا۔ افغان اس بات کو مانتے ہیں کہ وہ قیس کی اولاد میں سے ہیں اور قیس بنی اسرائیل میں سے ہے۔ خیر اس جگہ اس بحث کو طول دینے کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنی ایک کتاب میں اس بحث کو کامل طور پر لکھ چکے ہیں۔ اس جگہ صرف حضرت مسیح کی سیاحت کا ذکر ہے جو نصیبین کی راہ سے افغانستان میں ہو کر اور پنجاب میں گذر کر کشمیر اور تبت تک ہوئی۔ اسی لمبے سفر کی وجہ سے آپ کا نام نبی سیّاح

بلکہ سیّاحوں کا سردار رکھا گیا۔ چنانچہ ایک اسلامی فاضل امام عالم علاّمہ یعنے عارف باللہ ابی بکر محمد بن محمد ابن الولید الفہری الطرطوشی المالکی جو اپنی عظمت اور فضیلت میں شہرۂ آفاق ہیں اپنی کتاب سراج الملوک میں جو مطبع خیریہ مصر میں ۱۳۰۶ھ میں چھپی ہے یہ عبارت حضرت مسیح کے حق میں لکھتے ہیں جو صفحہ ۶ میں درج ہے " این عیسٰی رُوح اللہ وکلمتہ راس الزاھدین و امام السائحین۔ یعنے کہاں ہے عیسٰی رُوح اللہ و کلمۃ اللہ جو زاہدوں کا سردار اور سیّاحوں کا امام تھا یعنے وہ وفات پاگیا ہے اور ایسے ایسے انسان بھی دنیا میں نہ رہے دیکھو اس جگہ اس فاضل نے حضرت عیسٰی کو نہ صرف سیّاح بلکہ سیّاحوں کا امام لکھا ہے۔ ایسا ہی لسان العرب کے صفحہ ۴۳۱ میں لکھا ہے۔ قیل سُمّي عیسٰی بمسیح لانہ کان سائحًا فی الارض لا یستقر۔ یعنے عیسٰی کا نام مسیح اِس لئے رکھا گیا کہ وہ زمین میں سیر کرتا رہتا تھا اور کہیں اور کسی جگہ اس کو قرار نہ تھا۔ یہی مضمون تاج العروس شرح قاموس میں بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح وہ ہوتا ہے جو خیر اور برکت کے ساتھ مسح کیا گیا ہو یعنے اس کی فطرت کو خیر و برکت دی گئی ہو۔ یہاں تک کہ اُس کا چھونا بھی خیر و برکت کو پیدا کرتا ہو۔ اور یہ نام حضرت عیسٰی کو دیا گیا اور جسکو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ یہ نام دیتا ہے۔ اور اسکے مقابل پر ایک وہ بھی مسیح ہے جو شر اور لعنت کے ساتھ مسح کیا گیا یعنے اس کی فطرت شر اور لعنت پر پیدا کی گئی یہانتک کہ اس کا چھونا بھی شر اور لعنت اور ضلالت پیدا کرتا ہے اور یہ نام مسیح دجّال کو دیا گیا۔ اور نیز ہر ایک کو جو اس کا ہم طبع ہو اور یہ دونوں نام یعنے مسیح سیاحت کرنیوالا اور مسیح برکت دیا گیا یہ باہم ضد نہیں ہیں اور پہلے معنے دُوسرے کو باطل نہیں کرسکتے۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ کی یہ بھی عادت ہے کہ ایک نام کسی کو عطا کرتا ہے اور کئی معنے اس سے مراد ہوتے ہیں۔ اور سب اسپر صادق آتے ہیں۔ اب خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا سیاح ہونا اسقدر اسلامی تاریخ سے ثابت ہے کہ اگر اُن تمام کتابوں ہی کو نقل کیا جائے تو مَیں خیال کرتا ہوں کہ وہ مضمون اپنے طول کی وجہ سے ایک ضخیم کتاب ہوسکتی ہے۔ اس لئے اسی پر کفایت کی جاتی ہے۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۶۶ تا ۶۷

دوسری فصل :- بدھ مذہب کی کتب

۲۲۸ واضح ہو کہ بُدھ مذہب کی کتابوں میں سے انواع اقسام کی شہادتیں ہمکو دستیاب ہوئی ہیں جنکو یکجائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ضرور اس ملک پنجاب و کشمیر وغیرہ میں آئے تھے۔ اُن شہادتوں کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں تا ہر ایک منصف ان کو اوّل غور سے پڑھے اور پھر اُن کو اپنے دل میں ایک مسلسل صورت میں ترتیب دے کر خود ہی نتیجہ مذکورہ بالا تک پہنچ جائے۔ اور وہ یہ ہیں۔

اوّل وہ خطاب جو بُدھ کو دیئے گئے مسیح کے خطابوں سے مشابہ ہیں اور ایسا ہی وہ واقعات جو بُدھ کو پیش آئے مسیح کی زندگی کے واقعات سے ملتے ہیں۔ مگر بُدھ مذہب سے مراد ان مقامات کا مذہب ہے جو تبت کی حدود یعنے لیہ اور لاسہ اور گلگت اور ہمس وغیرہ میں پایا جاتا ہے جنکی نسبت ثابت ہوا ہے کہ حضرت مسیح اُن مقامات میں گئے تھے۔ خطابوں کی مشابہت میں یہ ثبوت کافی ہے کہ مثلاً حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنی تعلیموں میں اپنا نام نور رکھا ہے ایسا ہی گوتم کا نام بُدھ رکھا گیا ہے جو سنسکرت میں نور کے معنوں پر آتا ہے اور انجیل میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نام اُستاد بھی ہے ایسا ہی بُدھ کا نام ساستا یعنے اُستاد ہے ایسا ہی حضرت مسیح کا نام انجیل میں مبارک رکھا گیا ہے۔ اسی طرح بُدھ کا نام بھی سُگت ہے یعنے مبارک ہے۔ ایسا ہی حضرت مسیح کا نام شاہزادہ رکھا گیا ہے اور بُدھ کا نام بھی شاہزادہ ہے۔ اور ایک نام مسیح کا انجیل میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آنے کے مدّعا کو پورا کرنے والا ہے ایسا ہی بُدھ کا نام بھی بُدھ کی کتابوں میں سدارتھ رکھا گیا ہے یعنے اپنے آنے کا مدّعا پورا کرنے والا۔ اور انجیل میں حضرت مسیح کا ایک نام یہ بھی ہے کہ وہ تھکوں ماندوں کو پناہ دینے والا ہے۔ ایسا ہی بدھ کی کتابوں میں بدھ کا نام ہے اَسَرن سَرن یعنے بے پناہوں کو پناہ دینے والا۔ اور انجیل میں حضرت مسیح بادشاہ بھی کہلاتے ہیں گو آسمان کی بادشاہت مُراد

لے لی۔ ایسا ہی بُدھ بھی بادشاہ کہلایا ہے اور واقعات کی مشابہت کا یہ ثبوت ہے کہ مثلاً جیساکہ انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام شیطان سے آزمائے گئے اور شیطان نے انکو کہا کہ اگر تو مجھے سجدہ کرے تو تمام دُنیا کی دولتیں اور بادشاہتیں تیرے لئے ہونگی۔ یہی آزمائش بُدھ کی بھی کی گئی اور شیطان نے اُسکو کہا کہ اگر تو میرا یہ حکم مان لے کہ ان فقیری کاموں سے باز آجائے اور گھر کی طرف چلا جائے تو مَیں تجھ کو بادشاہت کی شان و شوکت عطا کروں گا لیکن جیساکہ مسیح نے شیطان کی اطاعت نہ کی۔ ایسا ہی لکھا ہے کہ بدھ نے بھی نہ کی۔ دیکھو کتاب ٹی ڈبلیو رائس ڈیوڈس بُدھ ازم۔ اور کتاب مونیر ولیمس بُدھ ازم۔*

اب اس سے ظاہر ہے کہ جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام انجیل میں کئی قسم کے خطاب اپنی طرف منسوب کرتے ہیں یہی خطاب بُدھ کی کتابوں میں جو اس سے بہت عرصہ پیچھے لکھی گئی ہیں بُدھ کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ اور جیساکہ حضرت مسیح علیہ السلام شیطان سے آزمائے گئے ایسا ہی ان کتابوں میں بُدھ کی نسبت دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ بھی شیطان سے آزمایا گیا بلکہ ان کتابوں میں اس سے زیادہ بُدھ کی آزمائش کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ جب شیطان بُدھ کو دولت اور بادشاہت کی طمع دے چکا۔ تب بُدھ کو خیال پیدا ہوا کہ کیوں اپنے گھر کی طرف واپس نہ جائے۔ لیکن اُس نے اِس خیال کی پیروی نہ کی۔ اور پھر ایک خاص رات میں وہی شیطان اُس کو پھر ملا۔ اور اپنی تمام ذرّیات ساتھ لایا اور ہیبتناک صورتیں بناکر اُسکو ڈرایا اور بُدھ کو وہ شیاطین سانپوں کی طرح نظر آئے جن کے مُنہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور ان سانپوں نے زہر اور آگ اسکی طرف پھینکنی شروع کی لیکن زہر پھول بنجاتے تھے اور آگ بُدھ کے گرد ایک ہالہ بنالیتی تھی۔ پھر جب اِس طرح پر کامیابی نہ ہوئی تو شیطان نے اپنی سولہ لڑکیوں کو بلایا اور اُن کو کہا کہ تم اپنی خوبصورتی بُدھ پر ظاہر کرو لیکن اِس سے بھی بُدھ کے

---

* نیز دیکھو چائینز بُدھ ازم مصنفہ اڈکنس۔ بُدھ مصنفہ اولڈ نبرگ ترجمہ ڈبلیو ہوئی لائف آف بُدھ۔ ترجمہ راک ہل۔ منہ

دِل کو تزلزل نہ ہوا اور شیطان اپنے ارادوں میں نامراد رہا اور شیطان نے اَور اَور طریقے بھی اختیار کئے مگر بُدھ کے استقلال کے سامنے اُس کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور بُدھ اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب کو طے کرتا گیا اور آخر کار ایک لمبی رات کے بعد یعنے سخت آزمائشوں اور دیرپا امتحانوں کے پیچھے بُدھ نے اپنے دشمن یعنے شیطان کو مغلوب کیا اور سچے علم کی روشنی اسپر کھل گئی اور صبح ہوتے ہی یعنے امتحان سے فراغت پاتے ہی اُسکو تمام باتوں کا علم ہوگیا اور جس صبح کو یہ بڑی جنگ ختم ہوئی وہ بُدھ مذہب کی پیدائش کا دن تھا۔ اُس وقت گوتم کی عمر پینتیس برس کی تھی اور اُس وقت اُس کو بُدھ یعنے نور اور روشنی کا خطاب ملا۔ اور جس درخت کے نیچے وہ اُس وقت بیٹھا ہوا تھا وہ درخت نور کے درخت کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اب انجیل کھول کر دیکھو کہ یہ شیطان کا امتحان جس سے بُدھ آزمایا گیا کس قدر حضرت مسیح کے امتحان سے مشابہ ہے یہانتک کہ امتحان کے وقت میں جو حضرت مسیح کی عمر تھی قریباً وہی بُدھ کی عمر تھی۔ اور جیسا کہ بُدھ کی کتابوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیطان درحقیقت انسان کی طرح مجسم ہوکر لوگوں کے دیکھتے ہوئے بُدھ کے پاس نہیں آیا بلکہ وہ ایک خاص نظارہ تھا جو بُدھ کی آنکھوں تک ہی محدود تھا اور شیطان کی گفتگو شیطانی الہام تھی یعنی شیطان اپنے نظارہ کے ساتھ بُدھ کے دل میں یہ القاء بھی کرتا تھا کہ یہ طریق چھوڑ دینا چاہیئے اور میرے حکم کی پیروی کرنی چاہیئے۔ مَیں تجھے دُنیا کی تمام دولتیں دیدونگا۔ اسی طرح عیسائی محقق مانتے ہیں کہ شیطان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا وہ بھی اس طرح نہیں آیا تھا کہ یہودیوں کے سامنے انسان کی طرح اُن کی گلیوں کوچوں سے ہوکر اپنی مجسم حالت میں گذرتا ہوا حضرت مسیح کو آملا ہو۔ اور انسانوں کی طرح ایسی گفتگو کی ہو کہ حاضرین نے بھی سُنی ہو بلکہ یہ ملاقات بھی ایک کشفی رنگ میں ملاقات تھی جو حضرت مسیح کی آنکھوں تک محدود تھی اور باتیں بھی الہامی رنگ میں تھیں۔ یعنے شیطان نے جیسا کہ اُس کا قدیم سے طریق ہے

اپنے ارادوں کو وسوسوں کے رنگ میں حضرت مسیح کے دل میں ڈالا تھا۔ مگر اُن شیطانی الہامات کو حضرت مسیح کے دل نے قبول نہ کیا بلکہ بُدھ کی طرح اُن کو ردّ کیا۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ اس قدر مشابہت بُدھ میں اور حضرت مسیح میں کیوں پیدا ہوئی۔ اِس مقام میں آریہ تو کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح نے اس سفر کے وقت جبکہ ہندوستان کی طرف انہوں نے سفر کیا تھا بُدھ مذہب کی باتوں کو سُنکر اور بُدھ کے ایسے واقعات پر اطلاع پاکر اور پھر واپس اپنے وطن میں جاکر اُسی کے موافق انجیل بنالی تھی۔ اور بُدھ کے اخلاق میں سے چُراکر اخلاقی تعلیم لکھی تھی اور جیسا کہ بُدھ نے اپنے تئیں نور کہا اور علم کہا اور دُوسرے خطاب اپنے نفس کے لئے مقرر کئے وہی تمام خطاب مسیح نے اپنی طرف منسوب کر دیئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ تمام قصّہ بُدھ کا جس میں وہ شیطان سے آزمایا گیا اپنا قصّہ قرار دیدیا۔ لیکن یہ آریوں کی غلطی اور خیانت ہے۔ یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے پہلے ہندوستان کی طرف آئے تھے اور نہ اُس وقت کوئی ضرورت اس سفر کی پیش آئی تھی بلکہ یہ ضرورت اُس وقت پیش آئی جبکہ بلادِ شام کے یہودیوں نے حضرت مسیح کو قبول نہ کیا اور اُنکو اپنے زعم میں صلیب دے دیا جس سے خدائے تعالیٰ کی باریک حکمت عملی نے حضرت مسیح کو بچالیا۔ تب وہ اُس ملک کے یہودیوں کے ساتھ حق تبلیغ اور ہمدردی ختم کرچکے اور بباعث اُس بدی کے اُن یہودیوں کے دل ایسے سخت ہوگئے کہ وہ اِس لائق نہ رہے کہ سچائی کو قبول کریں اُس وقت حضرت مسیح نے خدائے تعالیٰ سے یہ اطلاع پاکر کہ یہودیوں کے دس گم شدہ فرقے ہندوستان کی طرف آگئے ہیں اُن ملکوں کی طرف قصد کیا۔ اور چونکہ ایک گروہ یہودیوں کا بُدھ مذہب میں داخل ہوچکا تھا۔ اسلئے ضرور تھا کہ وہ نبی صادق بُدھ مذہب کے لوگوں کی طرف توجہ کرتا۔ سو اُس وقت بُدھ مذہب کے عالموں کو جو مسیحا بُدھ کے منتظر تھے یہ موقع ملا کہ اُنہوں نے حضرت مسیح کے خطابات اور اُن کی بعض اخلاقی تعلیمیں جیسا کہ یہ کہ "اپنے دشمنوں سے پیار کرو اور بدی کا مقابلہ نہ کرو۔" اور نیز

حضرت مسیح کا بگوا یعنے گورا رنگ ہونا جیسا کہ گوتم بُدھ نے پیشگوئی میں بیان کیا تھا یہ سب علامتیں دیکھکر اُنکو بدھ قرار دے دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح کے بعض واقعات اور خطابات اور تعلیمیں اُسی زمانہ میں گوتم بُدھ کی طرف بھی عمدًا یا سہوًا منسوب کر دیئے گئے ہوں کیونکہ ہمیشہ ہندو تاریخ نویسی میں بہت کچے رہے ہیں۔ اور بُدھ کے واقعات حضرت مسیح کے زمانہ تک قلمبند نہیں ہوئے تھے اسلئے بُدھ کے عالموں کو بڑی گنجائش تھی کہ جو کچھ چاہیں بُدھ کیطرف منسوب کر دیں سو یہ قرینِ قیاس ہے کہ جب انہوں نے حضرت مسیح کے واقعات اور اخلاقی تعلیم سے اطلاع پائی تو ان امور کو اپنی طرف سے اور کئی باتیں ملا کر بُدھ کیطرف منسوب کر دیا ہوگا* چنانچہ آگے چلکر ہم اِس بات کا ثبوت دینگے کہ یہ اخلاقی تعلیم کا حصہ جو بُدھ مذہب کی کتابوں میں انجیل کے مطابق پایا جاتا ہے اور یہ خطابات نور وغیرہ جو مسیح کی طرح بدھ کی نسبت لکھے ہوئے ثابت ہوتے ہیں اور ایسا ہی شیطان کا امتحان۔ یہ سب امور اس وقت بُدھ مذہب کی پُستکوں میں لکھے گئے تھے جبکہ حضرت مسیح اس ملک میں صلیبی تفرقہ کے بعد تشریف لائے تھے۔

اور پھر ایک اور مشابہت بدھ کی حضرت مسیح سے پائی جاتی ہے کہ بُدھ ازم میں لکھا ہے کہ بدھ اُن ایام میں جو شیطان سے آزمایا گیا روزے رکھتا تھا اور اُسنے چالیس روزے رکھے۔ اور انجیل پڑھنے والے جانتے ہیں کہ حضرت مسیح نے بھی چالیس روزے رکھے تھے۔

اور جیسا کہ ابھی مَیں نے بیان کیا ہے بُدھ اور مسیح کی اخلاقی تعلیم میں اِس قدر مشابہت اور مناسبت ہے کہ ہر ایک ایسا شخص تعجب کی نظر سے دیکھے گا۔ جو دونوں تعلیموں پر اطلاع رکھتا ہوگا۔ مثلاً انجیلوں میں لکھا ہے کہ شر کا مقابلہ نہ کرو۔ اور اپنے دشمنوں سے پیار کرو۔ اور غربت سے زندگی بسر کرو۔ اور تکبر اور جھوٹ اور لالچ سے پرہیز کرو اور یہی تعلیم بُدھ کی ہے۔ بلکہ اس میں اس سے زیادہ شدّ و مدّ ہے۔

---

* **نوٹ** ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ بُدھ مذہب میں قدیم سے ایک بڑا حصّہ اخلاقی تعلیم کا موجود ہے مگر ساتھ اس کے ہم یہ بھی کہتے ہیں اس میں سے وہ حصّہ جو بعینہٖ انجیل کی تعلیم اور انجیل کی مثالیں اور انجیل کی عبارتیں ہیں وہ یہ حصّہ بلاشبہ اس وقت بُدھ مذہب کی کتابوں میں ملایا گیا ہے جبکہ حضرت مسیح اِس ملک میں پہنچے۔ منہ

یہاں تک کہ ہر ایک جانور بلکہ کیڑوں مکوڑوں کے خون کو بھی گناہ میں داخل کیا ہے۔ بُدھ کی تعلیم میں بڑی بات یہ بتلائی گئی ہے کہ تمام دُنیا کی غمخواری اور ہمدردی کرو۔ وہ تمام انسانوں اور حیوانوں کی بہتری چاہو اور باہم اتفاق اور محبت پیدا کرو۔ اور یہی تعلیم انجیل کی ہے۔ اور پھر جیسا کہ حضرت مسیح نے مختلف ملکوں کی طرف اپنے شاگردوں کو روانہ کیا اور آپ بھی ایک ملک کی طرف سفر اختیار کیا۔ یہ باتیں بُدھ کے سوانح میں بھی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ بُدھ ازم مصنّفہ سر مونیر ولیم میں لکھا ہے کہ بُدھ نے اپنے شاگردوں کو دُنیا میں تبلیغ کے لئے بھیجا اور اُن کو اِس طرح پر خطاب کیا" باہر جاؤ اور ہر طرف پھر نکلو۔ اور دُنیا کی غمخواری اور دیوتاؤں اور آدمیوں کی بہتری کے لئے ایک ایک ہو کر مختلف صُورتوں میں نکل جاؤ اور یہ منادی کرو کہ کامل پرہیزگار بنو۔ پاک دل بنو۔ برہم چاری یعنے تنہا اور مجرّد رہنے کی خصلت اختیار کرو۔" اور کہا کہ" میں بھی اس مسئلہ کی منادی کے لئے جاتا ہوں۔" اور بُدھ بنارس کی طرف گیا اور اس طرف اُس نے بہت معجزات دکھائے۔ اور اس نے ایک نہایت مؤثر وعظ ایک پہاڑی پر کیا۔ جیسا کہ مسیح نے پہاڑی پر وعظ کیا تھا اور پھر اُسی کتاب میں لکھا ہے کہ بُدھ اکثر مثالوں میں وعظ کیا کرتا تھا اور ظاہری چیزوں کو لے کر رُوحانی امور کو اُن میں پیش کیا کرتا تھا۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ یہ اخلاقی تعلیم اور یہ طریق وعظ یعنے مثالوں میں بیان کرنا یہ تمام طرز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔ جب ہم دوسرے قرائن کو اپنی نظر کے سامنے رکھ کر اس طرز تعلیم اور اخلاقی تعلیم کو دیکھتے ہیں تو معاً ہمارے دل میں گذرتا ہو کہ یہ سب باتیں حضرت مسیح کی تعلیم کی نقل ہیں جبکہ وہ اس ملک ہندوستان میں تشریف لائے اور جابجا انہوں نے وعظ بھی کئے تو اُن دنوں میں بُدھ مذہب والوں نے اُن سے ملاقات کر کے اور اُن کو صاحب برکات پا کر اپنی کتابوں میں یہ باتیں درج کرلیں

بلکہ اُن کو بُدھ قرار دے دیا۔ کیونکہ یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ جہاں کہیں عمدہ بات پاتا ہے بہرطرح کوشش کرتا ہے کہ اس عمدہ بات کو لے لے یہانتک کہ اگر کسی مجلس میں کوئی عمدہ نکتہ کسی کے مُنہ سے نکلتا ہے تو دُوسرا اُس کو یاد رکھتا ہے۔ تو پھر یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ بُدھ مذہب والوں نے انجیلوں کا سارا نقشہ اپنی کتابوں میں کھینچ دیا ہے۔ مثلاً یہانتک کہ جیسے مسیح نے چالیس روزے رکھے ویسے ہی بُدھ نے بھی رکھے اور جیساکہ مسیح شیطان سے آزمایا گیا ایسا ہی بُدھ بھی آزمایا گیا۔ اور جیساکہ مسیح بے پدر تھا ویسا ہی بُدھ بھی۔ اور جیساکہ مسیح نے اخلاقی تعلیم بیان کی ویسا ہی بُدھ نے بھی کی۔ اور جیساکہ مسیح نے کہا کہ مَیں نُور ہوں ویسا ہی بُدھ نے بھی کہا۔ اور جیساکہ مسیح نے اپنا نام اُستاد رکھا اور حواریوں کا نام شاگرد ایسا ہی بُدھ نے رکھا۔ اور جیساکہ انجیل متی باب ۱۰ آیت ۸ و ۹ میں ہے کہ سونا اور روپا اور تانبا اپنے پاس مت رکھو۔ یہی حکم بُدھ نے اپنے شاگردوں کو دیا۔ اور جیساکہ انجیل میں مجرّد رہنے کی ترغیب دیگئی ہے ایسا ہی بُدھ کی تعلیم میں ترغیب ہے۔ اور جیساکہ مسیح کو صلیب پر کھینچنے کے بعد زلزلہ آیا ایسا ہی لکھا ہے کہ بُدھ کے مَرنے کے بعد زلزلہ آیا*۔ پس اس تمام مطابقت کا اصل باعث یہی ہے کہ بُدھ مذہب والوں کی خوش قسمتی سے مسیح ہندوستان میں آیا اور ایک زمانہ دراز تک بُدھ مذہب والوں میں رہا اور اُسکے سوانح اور اُسکی پاک تعلیم پر اُنہوں نے خوب اطلاع پائی۔ لہٰذا یہ ضروری امر تھا کہ بہت سا حصہ اس تعلیم اور رسوم کا اُن میں جاری ہو جاتا کیونکہ اُن کی نگاہ میں مسیح عزّت کی نظر سے دیکھا گیا اور بُدھ قرار دیا گیا۔ اس لئے اُن لوگوں نے اُس کی باتوں کو اپنی کتابوں میں لکھا اور گوتم بُدھ کی طرف منسوب کر دیا۔ بُدھ کا بعینہٖ حضرت مسیح کی طرح مثالوں میں اپنے شاگردوں کو سمجھانا خاصکر وہ مثالیں جو انجیل میں آچکی ہیں نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے۔ چنانچہ ایک مثال میں بُدھ کہتا ہے کہ "جیساکہ کسان بیج بوتا ہے اور وہ نہیں کہہ سکتا کہ دانہ آج پھُولے گا اور کل نکلے گا ایسا ہی مُرید کا حال ہوتا ہے یعنے وہ کچھ بھی رائے ظاہر

* **نوٹ** - جیساکہ عیسائیوں میں عشاءِ ربانی ہے ایسا ہی بُدھ مذہب والوں میں بھی ہے۔ منہ

نہیں کر سکتا کہ اس کا نشو و نما اچھا ہوگا یا اُس دانہ کی طرح ہوگا جو پتھریلی زمین میں ڈالا جائے اور خشک ہو جائے۔" دیکھو بعینہٖ یہ وُہی مثال ہے جو انجیل میں ابتک موجود ہے۔ اور پھر بُدھ ایک اور مثال دیتا ہے کہ ایک ہرنوں کا گلہ جنگل میں خوشحال ہوتا ہے تب ایک آدمی آتا ہے اور فریب سے وہ راہ کھولتا ہے جو اُن کی موت کا راہ ہے یعنے کوشش کرتا ہے کہ ایسی راہ چلیں جس سے آخر پھنس جائیں اور موت کا شکار ہو جائیں۔ اور دُوسرا آدمی آتا ہے اور وہ اچھا راہ کھولتا ہے یعنے وہ کھیت بوتا ہے تا اُس میں سے کھائیں۔ وہ نہر لاتا ہے تا اُس میں سے پیویں اور خوشحال ہو جائیں ایسا ہی آدمیوں کا حال ہے وہ خوشحالی میں ہوتے ہیں شیطان آتا ہے اور بدی کی آٹھ راہیں اُن پر کھول دیتا ہے تا ہلاک ہوں۔ تب کامل انسان آتا ہے اور حق اور یقین اور سلامتی کی بھری ہُوئی آٹھ راہیں اُن پر کھولدیتا ہے تا وہ بچ جائیں۔" بدھ کی تعلیم میں یہ بھی ہے کہ پرہیزگاری وہ محفوظ خزانہ ہے جس کو کوئی چُرا نہیں سکتا۔ وُہ ایسا خزانہ ہے کہ مَوت کے بعد بھی انسان کے ساتھ جاتا ہے۔ وہ ایسا خزانہ ہے جس کے سرمایہ سے تمام علوم اور تمام کمال پیدا ہوتے ہیں۔

اب دیکھو کہ بعینہٖ یہ انجیل کی تعلیم ہے اور یہ باتیں بُدھ مذہب کی اُن پُرانی کتابوں میں پائی جاتی ہیں جن کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے کچھ زیادہ نہیں ہے بلکہ وُہی زمانہ ہے۔ پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۵ میں ہے کہ بُدھ کہتا ہے کہ مَیں ایسا ہوں کہ کوئی مجھ پر داغ نہیں لگا سکتا۔ یہ فقرہ بھی حضرت مسیح کے قول سے مشابہ ہے۔ اور بُدھ اِزم کی کتاب کے صفحہ ۵۴ میں لکھا ہے کہ "بدھ کی اخلاقی تعلیم اور عیسائیوں کی اخلاقی تعلیم میں بڑی بھاری مشابہت ہے۔" مَیں اس کو مانتا ہوں۔ مَیں یہ مانتا ہوں کہ وہ دونوں ہمیں بتاتی ہیں کہ دُنیا سے محبت نہ کرو۔ روپیہ سے محبت نہ کرو۔ دشمنوں سے دشمنی مت کرو۔ بُرے اور ناپاک کام مت کرو۔ بدی پر نیکی کے ذریعہ سے غالب آؤ۔ اور دوسروں سے وہ سلوک کرو جو تم چاہتے

ہو کہ وے تم سے کریں۔ یہ اس قدر انجیلی تعلیم اور بُدھ کی تعلیم میں مشابہت ہے کہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

بُدھ مذہب کی کتابوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گوتم بُدھ نے ایک اور آنے والے بُدھ کی نسبت پیشگوئی کی تھی جس کا نام متیا بیان کیا تھا۔ یہ پیشگوئی بُدھ کی کتاب لگاّوتی سُتَنا میں ہے جس کا حوالہ کتاب اولڈن برگ صفحہ ۱۴۲ میں دیا گیا ہے۔ اس پیشگوئی کی عبارت یہ ہے "متیا لاکھوں مُریدوں کا پیشوا ہو گا جیسا کہ مَیں اب سینکڑوں کا ہوں"۔ اس جگہ یاد رہے کہ جو لفظ عبرانی میں مشیحا ہے وہی پالی زبان میں متیا کر کے بولا گیا ہے۔ یہ تو ایک معمولی بات ہے کہ جب ایک زبان کا لفظ دوسری زبانوں میں آتا ہے تو اسمیں کچھ تغیر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انگریزی لفظ بھی دوسری زبان میں آکر تغیر پاجاتا ہے جیسا کہ نظیر کے طور پر میکسمولر صاحب ایک فہرست میں جو کتاب سیکرڈ آف دی ایسٹ جلد ۱۱ کے ساتھ شامل کی گئی ہے صفحہ ۳۱۸ میں لکھتا ہے کہ ٹی ایچ انگریزی زبان کا جو تھ کی آواز رکھتا ہے فارسی اور عربی زبانوں میں ث ہو جاتا ہے یعنے پڑھنے میں ث یا س کی آواز دیتا ہے۔ سو ان تغیرات پر نظر رکھ کر ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ مسیحا کا لفظ پالی زبان میں آکر متیا بن گیا۔ یعنے وہ آنیوالا متیا جسکی بُدھ نے پیشگوئی کی تھی۔ وہ درحقیقت مسیح ہے اور کوئی نہیں۔ اس بات پر بڑا پختہ قرینہ یہ ہے کہ بُدھ نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ جس مذہب کی اُس نے بنیاد رکھی ہے۔ وہ زمین پر پانچ سَو برس سے زیادہ قائم نہیں رہے گا۔ اور جس وقت اُن تعلیموں اور اُصولوں کا زوال ہو گا۔ تب متیا اس ملک میں آکر دوبارہ اُن اخلاقی تعلیموں کو دُنیا میں قائم کرے گا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح پانسو برس بعد بُدھ کے ہوئے ہیں۔ اور جیسا کہ بُدھ نے اپنے مذہب کے زوال کی مُدّت مقرر کی تھی۔ ایسا ہی اس وقت بُدھ کا مذہب زوال کی حالت میں تھا۔ تب حضرت مسیح نے صلیب کے واقعہ سے نجات پاکر اُس ملک کی طرف سفر کیا اور بُدھ مذہب والے اُن کو شناخت کر کے بڑی تعظیم سے پیش آئے۔

اور اس میں کوئی بھی شک نہیں کر سکتا کہ وہ اخلاقی تعلیمیں اور وہ رُوحانی طریقے جو بُدھ نے قائم کئے تھے حضرت مسیح کی تعلیم نے دوبارہ دُنیا میں اُن کو جنم دیا ہے۔ عیسائی مورّخ اس بات کو مانتے ہیں کہ انجیل کی پہاڑی تعلیم اور دُوسرے حصّوں کی تعلیم جو اخلاقی امور پر مبنی ہے یہ تمام تعلیم وہی ہے جس کو گوتم بدھ حضرت مسیح سے پانسو برس پہلے دُنیا میں رائج کر چکا تھا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بدھ صرف اخلاقی تعلیم کا سکھلانے والا نہیں تھا بلکہ وہ اور بھی بڑی بڑی سچائیوں کا سکھلانے والا تھا۔ اور اُن کی رائے میں بُدھ کا نام جو ایشیا کا نور رکھا گیا وہ عین مناسب ہے۔ اب بُدھ کی پیشگوئی کے موافق حضرت مسیح پانسو برس کے بعد ظاہر ہوئے اور حسب اقرار اکثر علماء عیسائیوں کے اُن کی اخلاقی تعلیم بعینہٖ بُدھ کی تعلیم تھی۔ تو اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ وہ بُدھ کے رنگ پر ظہور فرما ہوئے تھے۔ اور کتاب اولڈن برگ میں بحوالہ بُدھ کی کتاب لکاوتی ستتا کے لکھا ہے کہ بُدھ کے معتقد آئندہ زمانہ کی اُمید پر ہمیشہ اپنے تئیں تسلّی دیتے تھے کہ وہ متیا کے شاگرد بنکر نجات کی خوشحالی حاصل کرینگے یعنے اُن کو یقین تھا کہ متیا اُن میں آئے گا اور وہ اسکے ذریعہ سے نجات پائیں گے۔ کیونکہ جن لفظوں میں بُدھ نے اُن کو متیا کی اُمید دی تھی وہ لفظ صریح دلالت کرتے تھے کہ اس کے شاگرد متیا کو پائیں گے۔ اب کتاب مذکور کے اس بیان سے بخوبی یہ بات دلی یقین کو پیدا کرتی ہے کہ خدا نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دونوں طرف سے اسباب پیدا کر دیئے تھے یعنے ایک طرف تو حضرت مسیح بوجہ اپنے اُس نام کے جو پیدائش باب ۳۲ آیت ۱۰ سے سمجھا جاتا ہے۔ یعنے آسف جس کا ترجمہ ہے جماعت کو اکٹھا کرنے والا۔ یہ ضروری تھا کہ اس ملک کی طرف آتے جس میں یہودی آکر آباد ہوئے تھے۔ اور دُوسری طرف یہ بھی ضروری تھا کہ حسب منشاء بُدھ کی پیشگوئی کے بُدھ کے معتقد آپ کو دیکھتے

اور آپ سے فیض اُٹھاتے۔ سوان دونوں باتوں کو یکجائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے یقیناً سمجھ میں آتا ہے کہ ضرور حضرت مسیح علیہ السلام تبت کی طرف تشریف لے گئے تھے اور خود جسقدر تبت کے بُدھ مذہب میں عیسائی تعلیم اور رسوم دخل کر گئے ہیں اس قدر گہرا دخل اس بات کو چاہتا ہو کہ حضرت مسیح اُن لوگوں کو ملے ہوں اور بُدھ مذہب کے سرگرم مُریدوں کا اُن کی ملاقات کے لئے ہمیشہ منتظر ہونا جیساکہ بُدھ کی کتابوں میں اب تک لکھا ہوُا موجود ہے بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ یہ انتظار شدید حضرت مسیح کے اُنکے اس ملک میں آنے کے لئے پیش خیمہ تھا۔ اور دونوں امور متذکرہ بالا کے بعد کسی منصف مزاج کو اس بات کی حاجت نہیں رہتی کہ وہ بُدھ مذہب کی ایسی کتابوں کو تلاش کرے جن میں لکھا ہوُا ہو کہ حضرت مسیح تبت کے ملک میں آئے تھے۔ کیونکہ جبکہ بُدھ کی پیشگوئی کے مطابق آنے کی انتظار شدید تھی تو وہ پیشگوئی اپنی کشش سے حضرت مسیح کو ضرور تبت کی طرف کھینچ لائی ہوگی۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ متیا کا نام جو بُدھ کی کتابوں میں جا بجا مذکور ہے بلاشبہ وہ مسیحا ہے۔ کتاب تبت تاتار منگولیا بائی ایچ ٹی پرنسب کے صفحہ ۱۴۔ میں متیا بُدھ کی نسبت جو در اصل مسیحا ہو۔ یہ لکھا ہو کہ جو حالات ان پہلے مشنریوں (عیسائی واعظوں) نے تبت میں جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سُنے۔ اُن حالات پر غور کرنے سے وہ اِس نتیجہ تک پہنچ گئے کہ لاموں کی قدیم کتب میں عیسائی مذہب کے آثار موجود ہیں۔ اور پھر اُسی صفحہ میں لکھا ہے کہ اِس میں کچھ شک نہیں کہ وہ متقدمین یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کے حواری ابھی زندہ ہی تھے کہ جبکہ عیسائی دین کی تبلیغ اِس جگہ پہنچ گئی تھی اور پھر ۱۷ صفحہ میں لکھا ہے کہ اِس میں کچھ شک نہیں کہ اُس وقت عام انتظار ایک بڑے منجی کے پیدا ہونے کی لگ رہی تھی جس کا ذکر ٹے سے ٹس نے اِس طرح پر کیا ہے کہ اس انتظار کا مدار نہ صرف یہودی تھے بلکہ خود بُدھ مذہب نے ہی اِس انتظار کی بنیاد ڈالی تھی یعنے اُس ملک میں متیا کے آنے کی پیشگوئی کی

تھی۔ اور پھر اس کتاب انگریزی پر مصنّف نے ایک نوٹ لکھا ہے اس کی یہ عبارت ہی۔ کتاب پتا کتیان اور اتھا کتھا میں ایک اور بُدھ کے نزول کی پیشگوئی بڑی واضح طور پر درج ہے جس کا ظہور گوتم یا ساکھی منی سے ایک ہزار سال بعد لکھا گیا ہے۔ گوتما بیان کرتا ہے کہ مَیں پچیسواں بدھ ہوں۔ اور بگوا متیا نے ابھی آنا ہی۔ یعنے میرے بعد اس ملک میں وہ آئے گا جس کا نام متیاؔ ہوگا اور وہ سفید رنگ ہوگا۔ پھر آگے وہ انگریز مصنّف لکھتا ہے کہ متیاؔ کے نام کو مسیحا سے حیرت انگیز مشابہت ہے۔ غرض اس پیشگوئی میں گوتم بُدھ نے صاف طور پر اقرار کر دیا ہے کہ اس کے ملک میں اور اُس کی قوم میں اور اس پر ایمان لانے والوں میں مسیحا آنے والا ہے یہی وجہ تھی کہ اس کے مذہب کے لوگ ہمیشہ اس انتظار میں تھے کہ انکے ملک میں مسیحا آئے گا۔ اور بُدھ نے اپنی پیشگوئی میں اُس آنے والے بُدھ کا نام بگوا متیاؔ اس لئے رکھا کہ بگوا سنسکرت زبان میں سفید کو کہتے ہیں۔ اور حضرت مسیح چونکہ بلادِ شام کے رہنے والے تھے اس لئے وہ بگوا یعنے سفید رنگ تھے جس ملک میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی یعنے مگدھ کا ملک جہاں راجہ گریہا واقع تھا اس ملک کے لوگ سیاہ رنگ تھے اور گوتم بُدھ خود سیاہ رنگ تھا۔ اس لئے بُدھ نے آنے والے بُدھ کی قطعی علامت ظاہر کرنے کے لئے دو باتیں اپنے مُریدوں کو بتلائی تھیں۔ ایک یہ کہ وہ بگوا ہوگا۔ دُوسرے یہ کہ وہ متیاؔ ہوگا یعنے سیر کرنے والا ہوگا اور باہر سے آئے گا۔ سو ہمیشہ وہ لوگ انہی علامتوں کے منتظر تھے جب تک کہ انہوں نے حضرت مسیح کو دیکھ لیا۔ یہ عقیدہ ضروری طور پر ہر ایک بُدھ مذہب والے کا ہونا چاہئیے کہ بُدھ سے پانسو برس بعد بگوا متیاؔ اُن کے ملک میں ظاہر ہوا تھا٭ سو اس عقیدہ کی تائید میں کچھ تعجب نہیں ہے کہ بُدھ مذہب کی بعض کتابوں میں متیاؔ یعنے

٭ ایک ہزار و پانچ ہزار سالہ والی میعادیں غلط ہیں۔ منہ

مسیحا کا اُن کے ملک میں آنا اور اِس طرح پر پیشگوئی کا پُورا ہو جانا لکھا ہُوا ہو۔ اور اگر یہ فرض بھی کر لیں کہ لکھا ہُوا نہیں ہے تب بھی جبکہ بُدھ نے خدائے تعالیٰ سے الہام پاکر اپنے شاگردوں کو یہ اُمید دی تھی کہ بگوا متیا اُن کے ملک میں آئیگا اس بنا پر کوئی بدھ مت والا جو اِس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہو اِس واقعہ سے انکار نہیں کر سکتا کہ وہ بگوا متیا جس کا دوسرا نام مسیحا ہے اِس ملک میں آیا تھا کیونکہ پیشگوئی کا باطل ہونا مذہب کو باطل کرتا ہے۔ اور ایسی پیشگوئی جسکی میعاد بھی مقرر تھی اور گوتم بُدھ نے بار بار اِس پیشگوئی کو اپنے مریدوں کے پاس بیان کیا تھا۔ اگر وہ اپنے وقت پر پوری نہ ہوتی تو بُدھ کی جماعت گوتم بُدھ کی سچائی کی نسبت شبہ میں پڑ جاتی اور کتابوں میں یہ بات لکھی جاتی کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر ہمیں ایک اور دلیل یہ ملتی ہے کہ تبت میں ساتویں صدی عیسوی کی وہ کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں مشیح کا لفظ موجود ہے یعنے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نام لکھا ہے اور اس لفظ کو می شی ہُو کر کے ادا کیا ہے۔ اور وہ فہرست جس میں می شی ہُو پایا گیا ہے اس کا مرتب کرنے والا ایک بُدھ مذہب کا آدمی ہے۔ دیکھو کتاب اے ریکارڈ آف دی بُدھسٹ ریلیجن مصنفہ آئی سنگ مترجم جی ٹکاکوسو۔ اور جی ٹکاکوسو ایک جاپانی شخص ہے جس نے آئی سنگ کی کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اور آئی سنگ ایک چینی سیاح ہے جسکی کتاب کے حاشیہ پر اور ضمیمہ میں ٹکاکوسو نے تحریر کیا ہے کہ ایک قدیم تالیف میں می شی ہو (مسیح) کا نام درج ہے اور یہ تالیف قریباً ساتویں صدی کی ہے۔ . . . . اور پھر اس کا ترجمہ حال میں ہی کلیرنڈن پریس آکسفورڈ میں جی ٹکاکوسو نام ایک جاپانی نے کیا*۔ غرض اس کتاب میں مشیح کا لفظ موجود ہے جس سے ہم بہ یقین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ لفظ بُدھ مذہب والوں کے پاس باہر سے نہیں آیا بلکہ بدھ کی پیشگوئی سے یہ لفظ لیا گیا ہے جس کو کبھی انہوں نے مشیح کر کے لکھا اور کبھی بگوا متیا کر کے۔

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو بُدھ مذہب کی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں ایک یہ ہے کہ

بدھ ازم مصنّفہ سر مونیر ولیم صفحہ ۴۵ میں لکھا ہے کہ چھٹا مُرید بُدھ کا ایک شخص تھا۔ جس کا نام یسا تھا۔ یہ لفظ یسُوع کے لفظ کا مخفف معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام بُدھ کی وفات سے پانسو برس گذرنے کے بعد یعنے چھٹی صدی میں پیدا ہوئے تھے اِس لئے چھٹا مُرید کہلائے۔ یاد رہے کہ پروفیسر میکسمولر اپنے رسالہ نائن ٹینتھ سنچری اکتوبر ۱۸۹۴ء صفحہ ۵۱۷ میں گذشتہ بالا مضمون کی ان الفاظ سے تائید کرتے ہیں کہ یہ خیال کئی دفعہ ہر دل عزیز مصنّفوں نے پیش کیا ہے کہ مسیح پر بُدھ مذہب کے اصولوں نے اثر ڈالا تھا۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ آج تک اِس دِقت کے حل کرنے کے لئے کوشش ہو رہی ہے کہ کوئی ایسا سچّا تاریخی راستہ معلوم ہو جائے جسکے ذریعہ سے بُدھ مذہب مسیح کے زمانہ میں فلسطین میں پہنچ سکا ہو۔" اب اِس عبارت سے بدھ مذہب کی اُن کتابوں کی تصدیق ہوتی ہے جن میں لکھا ہے کہ یسا بُدھ کا مُرید تھا۔ کیونکہ جبکہ ایسے بڑے درجہ کے عیسائیوں نے جیسا کہ پروفیسر میکسمولر ہیں اِس بات کو مان لیا ہے کہ حضرت مسیح کے دل پر بُدھ مذہب کے اصولوں کا ضرور اثر پڑا تھا تو دوسرے لفظوں میں اسی کا نام مُرید ہونا ہے۔ مگر ہم ایسے الفاظ کو حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں ایک گستاخی اور ترک ادب خیال کرتے ہیں۔ اور بُدھ مذہب کی کتابوں میں جو یہ لکھا گیا کہ یسُوع بُدھ کا مُرید یا شاگرد تھا تو یہ تحریر اس قوم کے علماء کی ایک پُرانی عادت کے موافق ہے کہ وہ پیچھے آنے والے صاحب کمال کو گذشتہ صاحب کمال کا مُرید خیال کر لیتے ہیں۔ علاوہ اسکے جبکہ حضرت مسیح کی تعلیم اور بُدھ کی تعلیم میں نہایت شدید مشابہت ہے جیسا کہ بیان ہو چکا تو پھر اِس لحاظ سے کہ بُدھ حضرت مسیح سے پہلے گذر چکا ہے بُدھ اور حضرت مسیح میں پیری اور مُریدی کا ربط دینا بیجا خیال نہیں ہے گو طریق ادب سے دُور ہے۔ لیکن ہم یورپ کے محققوں کی اِس طرز تحقیق کو ہرگز پسند نہیں کر سکتے کہ وہ اِس بات کی تفتیش میں ہیں کہ کسی طرح یہ پتہ لگ جائے کہ بدھ مذہب مسیح کے زمانہ میں فلسطین پہنچ گیا تھا۔ مجھے افسوس آتا ہے کہ جس

حالت میں بُدھ مذہب کی پُرانی کتابوں میں حضرت مسیح کا نام اور ذکر موجود ہے تو کیوں یہ محقق ایسی ٹیڑھی راہ اختیار کرتے ہیں کہ فلسطین میں بُدھ مذہب کا نشان ڈھونڈتے ہیں اور کیوں وہ حضرت مسیح کے قدم مبارک کو نیپال اور تبت اور کشمیر کے پہاڑوں میں تلاش نہیں کرتے۔ لیکن مَیں جانتا ہوں کہ اتنی بڑی سچائی کو ہزاروں تاریک پردوں میں سے پیدا کرنا ان کا کام نہیں تھا بلکہ یہ اُس خدا کا کام تھا جس نے آسمان سے دیکھا کہ مخلوق پرستی حد سے زیادہ زمین پر پھیل گئی اور صلیب پرستی اور انسان کے ایک فرضی خون کی پرستش نے کروڑہا دلوں کو سچے خدا سے دُور کر دیا۔ تب اس کی غیرت نے اُن عقائد کے توڑنے کے لئے جو صلیب پر مبنی تھے ایک کو اپنے بندوں میں سے دُنیا میں مسیح ناصری کے نام پر بھیجا۔ اور وہ جیسا کہ قدیم سے وعدہ تھا مسیح موعود ہو کر ظاہر ہوا۔ تب کسرِ صلیب کا وقت آ گیا یعنے وہ وقت کہ صلیبی عقائد کی غلطی کو ایسی صفائی سے ظاہر کر دینا جیسا کہ ایک لکڑی کو دو ٹکڑے کر دیا جائے۔ سو اب آسمان نے کسرِ صلیب کی ساری راہ کھول دی تا وہ شخص جو سچائی کا طالب ہے اب اُٹھے اور تلاش کرے۔ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا گو ایک غلطی تھی۔ تب بھی اسمیں ایک راز تھا اور وہ یہ کہ جو مسیحی سوانح کی حقیقت گم ہو گئی تھی اور ایسی نابود ہو گئی تھی جیسا کہ قبر میں مٹی ایک جسم کو کھا لیتی ہے وہ حقیقت آسمان پر ایک وجود رکھتی تھی اور ایک مجسم انسان کی طرح آسمان میں موجود تھی اور ضرور تھا کہ آخری زمانہ میں وہ حقیقت پھر نازل ہو۔ سو وہ حقیقت مسیحیہ ایک مجسم انسان کی طرح اب نازل ہوئی اور اس نے صلیب کو توڑا

اور منجملہ اُن شہادتوں کے جو بُدھ مذہب کی کتابوں سے ہم کو ملی ہیں وہ شہادت ہے جو کتاب بُدھ ازم مصنفہ اولڈن برگ صفحہ ۴۱۹ میں درج ہے۔ اس کتاب میں بحوالہ کتاب مہاواگا صفحہ ۵۴ فصل نمبر ۱ کے لکھا ہے کہ بُدھ کا ایک جانشین راہولتا نام بھی گذرا ہے کہ جو اس کا جان نثار شاگرد بلکہ بیٹا تھا۔ اب اس جگہ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ راہولتا جو بُدھ مذہب کی کتابوں میں آیا ہے یہ رُوح اللہ کے نام کا

بگاڑا ہوا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام ہے - اور یہ قصہ کہ یہ راہولنا بُدھ کا بیٹا تھا جسکو وہ شیرخوارگی کی حالت میں چھوڑ کر پردیس میں چلا گیا تھا اور نیز اپنی بیوی کو سوتی ہوئی چھوڑ کر بغیر اُسکی اطلاع اور ملاقات کے ہمیشہ کی جُدائی کی نیت سے کسی اور ملک میں بھاگ گیا تھا- یہ قصہ بالکل بیہودہ اور لغو اور بُدھ کی شان کے برخلاف معلوم ہوتا ہے ایسا سخت دل اور ظالم طبع انسان جس نے اپنی عاجز عورت پر کچھ رحم نہ کیا اور اس کو سوتے ہوئے چھوڑ کر بغیر اس کے کہ اس کو کسی قسم کی تسلّی دیتا یونہی چوروں کی طرح بھاگ گیا اور زوجیت کے حقوق کو قطعاً فراموش کر دیا- نہ اُسے طلاق دی اور نہ اُس سے اس قدر ناپیداکنار سفر کی اجازت لی اور یکدفعہ غائب ہو جانے سے اسکے دل کو سخت صدمہ پہنچایا اور سخت ایذا دی اور پھر ایک خط بھی اسکی طرف روانہ نہ کیا یہانتک کہ بیٹا جوان ہو گیا اور نہ بیٹے کے ایّام شیرخوارگی پر رحم کیا- ایسا شخص کبھی راستباز نہیں ہو سکتا جس نے اپنی اس اخلاقی تعلیم کا بھی کچھ پاس نہ کیا جس کو وہ اپنے شاگردوں کو سکھلاتا تھا- ہمارا کانشنس اسکو ایسا ہی قبول نہیں کر سکتا جیساکہ انجیلوں کے اس قصہ کو کہ مسیح نے ایک مرتبہ ماں کے آنے اور اسکے بلانے کی کچھ بھی پرواہ نہیں کی تھی بلکہ ایسے الفاظ مُنہ پر لایا تھا جس میں ماں کی بے عزتی تھی- پس اگرچہ بیوی اور ماں کی دل شکنی کرنے کے دونوں قصّے بھی باہم ایک گونہ مشابہت رکھتے ہیں لیکن ہم ایسے قصّے جو عام اخلاقی حالت سے بھی گرے ہوئے ہیں نہ مسیح کی طرف منسوب کر سکتے ہیں اور نہ گوتم بُدھ کی طرف - اگر بُدھ کو اپنی عورت سے محبّت نہیں تھی تو کیا اس عاجز عورت اور شیرخوار بچّہ پر رحم بھی نہیں تھا- یہ ایسی بد اخلاقی ہے کہ صد ہا برس کے گذشتہ رفتہ قصّے کو سُنکر اب ہمیں درد پہنچ رہا ہے کہ کیوں اُس نے ایسا کیا- انسان کی بدی کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنی عورت کی ہمدردی سے لاپرواہ ہو بجز اس صورت کے کہ وہ عورت نیک چلن اور تابع حکم نہ رہے اور ریا بیدین اور بدخواہ اور دشمن جان ہو جائے- سو ہم ایسی گندی کارروائی بُدھ کی طرف منسوب نہیں کر سکتے جو خود اسکی

نصیحتوں کے بھی برخلاف ہے۔ لہٰذا اس قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ غلط ہے۔ اور درحقیقت راحولنا سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں جن کا نام رُوح اللہ ہے اور رُوح اللہ کا لفظ عبرانی زبان میں راحولنا سے بہت مشابہ ہو جاتا ہے۔ اور راحولنا یعنے رُوح اللہ کو بُدھ کا شاگرد اسی وجہ سے قرار دیا گیا ہے جس کا ذکر ابھی ہم کر چکے ہیں۔ یعنے مسیح جو بعد میں آکر بُدھ کے مشابہ تعلیم لایا۔ اِس لئے بُدھ مذہب کے لوگوں نے اس تعلیم کا اصل منبع بُدھ کو قرار دے کر مسیح کو اس کا شاگرد قرار دے دیا۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ بُدھ نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر حضرت مسیح کو اپنا بیٹا بھی قرار دیا ہو۔ اور ایک بڑا قرینہ اس جگہ یہ ہے کہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ جب راحولنا کو اس کی والدہ سے علیحدہ کیا گیا تو ایک عورت جو بُدھ کی مُرید تھی جس کا نام مگدا آلیانا تھا اس کام کے لئے درمیان میں ایلچی بنی تھی اب دیکھو مگدا آلیانا کا نام درحقیقت مگدلینی سے بگڑا ہوا ہے اور مگدلینی ایک عورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مُرید تھی جس کا ذکر انجیل میں موجود ہے۔

یہ تمام شہادتیں جن کو ہم نے مجملاً لکھا ہے ہر ایک منصف کو اس نتیجہ تک پہنچاتی ہیں کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے تھے اور قطع نظر ان تمام روشن شہادتوں کے بُدھ مذہب اور عیسائی مذہب میں تعلیم اور رُسوم کے لحاظ سے جس قدر باہمی تعلقات ہیں بالخصوص تبت کے حصہ میں یہ امر ایسا نہیں ہے کہ ایک دانشمند سہل انگاری سے اس کو دیکھے۔ بلکہ یہ مشابہت یہانتک حیرت انگیز ہے کہ اکثر محقق عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ بُدھ مذہب مشرق کا عیسائی مذہب ہے۔ اور عیسائی مذہب کو مغرب کا بُدھ مذہب کہہ سکتے ہیں۔ دیکھو کس قدر عجیب بات ہے کہ جیسے مسیح نے کہا کہ مَیں نُور ہوں مَیں راہ ہدایت ہوں یہی بُدھ نے بھی کہا ہے۔ اور انجیلوں میں مسیح کا نام نجات دہندہ ہے بُدھ نے بھی اپنا نام منجی ظاہر کیا ہے۔ دیکھو للتاوستر ا اور انجیل میں مسیح کی پیدائش بغیر باپ کے بیان کی گئی ہے ایسا ہی بُدھ کے سوانح میں ہے کہ دراصل وہ بغیر باپ کے پیدا ہوا تھا گو بظاہر حضرت مسیح کے باپ یوسف

کی طرح اس کا بھی باپ تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ بُدھ کی پیدائش کے وقت ایک ستارہ نکلا تھا اور سلیمان کا قصہ جو اُس نے حکم دیا تھا کہ اس بچے کو آدھا آدھا کرکے ان دونوں عورتوں کو دو کہ لے لیں۔ یہ قصہ بُدھ کی جاتکا میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس سے سمجھ آتا ہے کہ علاوہ اس کے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے اس ملک کے یہود جو اس ملک میں آ گئے تھے اُن کے تعلقات بھی بُدھ مذہب سے ہو گئے تھے اور بُدھ مذہب کی کتابوں میں جو طریقِ پیدائشِ دُنیا لکھا ہے وہ بھی توریت کے بیان سے بہت ملتا ہے۔ اور جیسا کہ توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو عورتوں پر ایک درجہ فوقیت ہے۔ ایسا ہی بُدھ مذہب کے رُو سے ایک جوگی مرد ایک جوگی عورت سے درجہ میں زیادہ سمجھا جاتا ہے۔ ہاں بُدھ تناسخ کا قائل ہے مگر اس کا تناسخ انجیل کی تعلیم سے مخالف نہیں ہے۔ اسکے نزدیک تناسخ تین قسم پر ہے (۱) اوّل یہ کہ ایک مرنیوالے شخص کی عقدِ ہمت اعمال کا نتیجہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک اور جسم پیدا ہو۔ (۲) دُوسری وُہ قسم جس کو تبّت والوں نے اپنے لاموں میں مانا ہے۔ یعنے یہ کہ کسی بُدھ یا بُدھ ستوا کی رُوح کا کوئی حصّہ موجودہ لاموں میں حلول کرآتا ہے یعنے اسکی قوت اور طبیعت اور رُوحانی خاصیت موجودہ لامہ میں آجاتی ہے اور اسکی رُوح اس میں اثر کرنے لگتی ہے۔ (۳) تیسری قسم تناسخ کی یہ ہے کہ اسی زندگی میں طرح طرح کی پیدائشوں میں انسان گذرتا چلا جاتا ہے۔ یہانتک کہ درحقیقت اپنے ذاتی خواص کے لحاظ سے انسان بنجاتا ہے۔ ایک زمانہ انسان پر وُہ آتا ہے کہ گویا وُہ بَیل ہوتا ہے اور پھر زیادہ حرص اور کچھ شرارت بڑھتی ہے تو کُتا بن جاتا ہے اور ایک ہستی پر موت آتی ہے اور دوسری ہستی پہلی ہستی کے اعمال کے موافق پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ سب تغیرات اسی زندگی میں ہوتے ہیں۔ اسلئے یہ عقیدہ بھی انجیل کی تعلیم کے مخالف نہیں ہے۔

اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بُدھ شیطان کا بھی قائل ہے۔ ایسا ہی دوزخ اور

بہشت اور ملائک اور قیامت کو بھی مانتا ہے اور یہ الزام جو بُدھ خدا کا منکر ہے یہ محض افتراء ہے۔ بلکہ بُدھ ویدانت کا منکر ہے اور اُن جسمانی خداؤں کا منکر ہے جو ہندو مذہب میں بنائے گئے تھے۔ ہاں وہ وید پر بہت نکتہ چینی کرتا ہے اور موجودہ وید کو صحیح نہیں مانتا اور اس کو ایک بگڑی ہوئی اور محرّف اور مبدّل کتاب خیال کرتا ہے اور جس زمانہ میں وہ ہندو اور وید کا تابع تھا اُس زمانہ کی پیدائش کو ایک بُری پیدائش قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ اشارات کے طور پر کہتا ہے کہ میں ایک مُدت تک بندر بھی رہا۔ اور ایک زمانہ تک ہاتھی اور پھر میں ہرن بھی بنا اور کُتا بھی اور چار دفعہ میں سانپ بنا۔ اور پھر چڑیا بھی بنا اور مینڈک بھی بنا اور دو دفعہ مچھلی بنا اور دس دفعہ شیر بنا۔ اور چار دفعہ مُرغا بنا۔ اور دو دفعہ میں سُور بنا اور ایک دفعہ خرگوش بنا اور خرگوش بننے کے زمانہ میں بندروں اور گیدڑوں اور پانی کے کُتوں کو تعلیم دیا کرتا تھا۔ اور پھر کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں بھوت بنا اور ایک دفعہ عورت بنا اور ایک دفعہ ناچنے والا شیطان بنا۔ یہ تمام اشارات اُس اپنی تمام زندگی کی طرف کرتا ہے جو بُزدلی اور زنانہ خصلت اور ناپاکی اور درندگی اور وحشیانہ حالت اور عیاشی اور شکم پرستی اور توہمات سے بھری ہوئی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ اس زمانہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جبکہ وہ وید کا پَیرو تھا۔ کیونکہ وہ وید کے ترک کرنے کے بعد کبھی اس بات کی طرف اشارہ نہیں کرتا کہ پھر بھی کوئی حصہ گندی زندگی کا اُس کے اندر رہا تھا بلکہ اسکے بعد اس نے بڑے بڑے دعوے کئے اور کہا کہ وہ خدا کا مظہر ہو گیا اور نروان کو پا گیا۔ بُدھ نے یہ بھی کہا ہے کہ جب انسان دوزخ کے اعمال لے کر دُنیا سے جاتا ہے تو وہ دوزخ میں ڈالا جاتا ہے اور دوزخ کے سپاہی اُس کو کھینچکر دوزخ کے بادشاہ کی طرف اُس کو لے جاتے ہیں اور اُس بادشاہ کا نام یمہ ہے اور پھر اُس دوزخی سے پُوچھا جاتا ہے کہ کیا تُونے اُن پانچ رسولوں کو نہیں دیکھا تھا جو تیرے آگاہ کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے اور وہ یہ ہیں۔ بچپن کا زمانہ۔ بڑھاپے کا زمانہ۔ بیماری۔

مجرم ہو کر دُنیا میں ہی سزا پالینا جو آخرت کی سزا پر ایک دلیل ہے۔ مُردوں کی لاشیں جو دُنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتی ہیں۔ مجرم جواب دیتا ہے کہ جناب مَیں نے اپنی بیوقوفی کے سبب ان تمام باتوں پر کچھ بھی غور نہ کی۔ تب دوزخ کے موکل اُس کو کھینچ کر عذاب کے مقام پر لے جائیں گے اور لوہے کی زنجیروں کے ساتھ جو آگ سے اِس قدر گرم کئے ہوئے ہونگے کہ آگ کی طرح سُرخ ہونگے باندھ دیئے جائیں گے اور نیز بُدھ کہتا ہے کہ دوزخ میں کئی طبقے ہیں جن میں مختلف قسم کے گنہ گار ڈالے جائینگے۔ غرض یہ تمام تعلیمیں بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ بُدھ مذہب نے حضرت مسیح کے فیض صحبت سے کچھ حاصل کیا ہے۔ لیکن ہم اِس جگہ اِس سے زیادہ طول دینا پسند نہیں کرتے اور اس فصل کو اسی جگہ ختم کر دیتے ہیں کیونکہ جبکہ بُدھ مذہب کی کتابوں میں صریح طور پر حضرت مسیح کے اس ملک میں آنے کے لئے پیشگوئی لکھی گئی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور پھر اس کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ بُدھ مذہب کی اُن کتابوں میں جو حضرت مسیح کے زمانہ میں تالیف ہوئیں انجیل کی اخلاقی تعلیمیں اور مثالیں موجود ہیں تو ان دونوں باتوں کو باہم ملانے سے کچھ شک نہیں رہ سکتا کہ ضرور حضرت مسیح اس ملک میں آئے تھے۔ سو جس شہادت کو ہم بُدھ مذہب کی کتابوں میں سے ڈھونڈنا چاہتے تھے خدا کا شکر ہے کہ وہ شہادت کامل طور پر ہمیں دستیاب ہو گئی ہے۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۷۲ تا ۹۲

✻

تیسری فصل:۔ ان تاریخی کتب کی شہادتیں جو اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا اس ملک پنجاب اور اس کی مضافات میں آنا ضرور تھا

چونکہ طبعاً یہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ صلیب سے نجات پاکر کیوں اس ملک میں آئے اور کس ضرورت نے ان کو اس دُور دراز سفر کے لئے آمادہ کیا۔ اس لئے اس سوال کا تفصیل سے جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور گو ہم پہلے بھی اس بارے میں کسی قدر لکھ آئے ہیں لیکن ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس بحث کو مکمل طور پر درج کتاب کیا جائے۔

سو واضح ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو انکے فرض رسالت کے رو سے ملک پنجاب اور اسکے نواح کی طرف سفر کرنا نہایت ضروری تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے دس فرقے جن کا نام انجیل میں اسرائیل کی گم شدہ بھیڑیں رکھا گیا ہے ان ملکوں میں آگئے تھے جن کے آنے سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اِس ملک کی طرف سفر کرتے اور اُن گم شدہ بھیڑوں کا پتہ لگا کر خدا تعالےٰ کا پیغام اُن کو پہنچاتے اور جب تک وہ ایسا نہ کرتے تب تک اُن کی رسالت کی غرض بے نتیجہ اور نامکمل تھی کیونکہ جس حالت میں وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے اُن گم شدہ بھیڑوں کی طرف بھیجے گئے تھے تو پھر بغیر اس کے کہ وہ اُن بھیڑوں کے پیچھے جاتے اور اُن کو تلاش کرتے اور اُن کو طریق نجات بتلاتے یُونہی دُنیا سے کوچ کر جانا ایسا تھا کہ جیسا کہ ایک شخص ایک بادشاہ کی طرف سے مامور ہو کہ وہ فلاں بیابانی قوم میں جاکر ایک کوآں کھودے اور اُس کُنوے سے اُن کو پانی پلاوے۔ لیکن یہ شخص کسی دُوسرے مقام میں تین چار برس رہ کر واپس چلا جائے اور اُس قوم کی تلاش میں ایک قدم بھی نہ اُٹھائے تو کیا اُس نے بادشاہ کے حکم کے موافق تعمیل کی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اُس نے محض اپنی آرام طلبی کی وجہ سے اُس قوم کی کچھ پروانہ کی۔

ہاں اگر یہ سوال ہو کہ کیونکر اور کس دلیل سے معلوم ہوا کہ اسرائیل کی دس قومیں اس ملک میں آگئی تھیں تو اس کے جواب میں ایسے بدیہی ثبوت موجود ہیں کہ ان میں ایک معمولی اور موٹی عقل بھی شبہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ یہ نہایت مشہور واقعات ہیں کہ بعض قومیں مثلاً افغان اور کشمیر کے قدیم باشندے در اصل بنی اسرائیل ہیں مثلاً الائی کوہستان جو ضلع ہزارہ سے دو تین دن کے راستہ پر واقع ہے اُس کے باشندے قدیم سے اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی اس ملک میں ایک دوسرا پہاڑ ہے جسکو کالا ڈاکہ کہتے ہیں۔ اس کے باشندے بھی اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم بنی اسرائیل ہیں اور خاص ضلع ہزارہ میں بھی ایک قوم ہے جو اسرائیلی خاندان سے اپنے تئیں سمجھتے ہیں ایسا ہی چلاس اور کابل کے درمیان جو پہاڑ ہیں جنوب کی طرف شرقاً وغرباً ان کے باشندے بھی اپنے تئیں بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ اور کشمیر کے باشندوں کی نسبت وہ رائے نہایت صحیح ثابت ہوتی ہے جو ڈاکٹر برنیر نے اپنی کتاب سیر و سیاحت کشمیر کے دوسرے حصے میں بعض محقق انگریزوں کے حوالہ سے لکھی ہے۔ یعنی یہ کہ بلاشبہ کشمیری لوگ بنی اسرائیل ہیں اور اُنکے لباس اور چہرے اور بعض رسوم قطعی طور پر فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ اسرائیلی خاندان میں سے ہیں۔ اور فارسٹر نامی ایک انگریز اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ جب مَیں کشمیر میں تھا۔ تو مَیں نے خیال کیا کہ مَیں ایک یہودیوں کی قوم کے درمیان رہتا ہوں۔ اور کتاب دی ریسز آف افغانستان مصنفہ ایچ ڈبلیو بلیو سی ایس آئی مطبوعہ تھاکر سپنگ اینڈ کو کلکتہ میں لکھا ہے کہ افغان لوگ ملک سیریا سے آئے ہیں۔ بخت نصر نے انہیں قید کیا اور پرشیا اور میدیا کے علاقوں میں انھیں آباد کیا۔ ان مقامات سے کسی بعد کے زمانہ میں مشرق کی طرف نکل کر غور کے پہاڑی ملک میں جا بسے جہاں بنی اسرائیل کے نام سے مشہور تھے۔ اسکے ثبوت میں ادریس نبی کی پیشگوئی ہو کہ دس قومیں اسرائیل کی جو قید میں ماخوذ ہوئی تھیں۔ قید سے بھاگ کر ملک ارسارۃ میں پناہ گزین ہوئیں۔ اور وہ اُسی ملک

کا نام معلوم ہوتا ہے جسے آجکل ہزارہ کہتے ہیں اور جو علاقہ غور میں واقعہ ہے۔ طبقات ناصری جس میں چنگیز خان کی فتوحات ملک افغانستان کا ذکر ہے اس میں لکھا ہے کہ شنبیسی خاندان کے عہد میں یہاں ایک قوم آباد تھی جس کو بنی اسرائیل کہتے تھے اور بعض ان میں بڑے بڑے تاجر تھے۔ یہ لوگ ۶۲۲ء میں جبکہ محمد یعنے اس زمانہ میں جبکہ سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ نے رسالت کا اعلان کیا۔ ہرات کے مشرقی علاقہ میں آباد تھے ایک قریش سردار خالد ابن ولید نامی اُن کے پاس رسالت کی خبر لے کر آیا کہ وہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جھنڈے کے نیچے آئیں۔ پانچ چھ سردار منتخب ہو کر اُس کے ساتھ ہوئے جن میں بڑا قیس تھا جس کا دُوسرا نام کِش ہے۔ یہ لوگ مسلمان ہو کر اسلام کی راہ میں بڑی جان فشانی سے لڑے اور فتوحات حاصل کیں اور انکی واپسی پر رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انکو بہت تحفے دیئے اور اُن پر برکت بھیجی اور پیشگوئی کی کہ اس قوم کو عروج حاصل ہوگا۔ اور بطور پیشگوئی فرمایا کہ ہمیشہ ان کے سردار مَلِک کے لقب سے مشہور ہوا کریں گے۔ اور قیس کا نام عبدالرشید رکھ دیا اور پہطان کے لقب سے سرفراز کیا۔ اور لفظ پہطان کی نسبت افغان مؤلف یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ ایک سریانی لفظ ہے جس کے معنے جہاز کا سکان ہے اور چونکہ نو مسلم قیس اپنی قوم کی رہنمائی کے لئے جہاز کے سُکّان کی طرح تھا اس لئے پہطان کا خطاب اسکو ملا۔

اِس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ کس زمانہ میں غور کے افغان آگے بڑھے۔ اور علاقہ قندھار میں جو آجکل اُن کا وطن ہے آباد ہوئے۔ غالباً اسلام کی پہلی صدی میں ایسا ظہور میں آیا + افغانوں کا قول ہے کہ قیس نے خالد ابن ولید کی لڑکی سے نکاح کیا اور اس سے اس کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوئے جن کا نام سرآبان۔ پطان۔ اور گرگشت ہیں۔ سرآبان کے دو لڑکے تھے جن کے نام سچرجؔ یُن اور کرشؔ یُن ہیں۔ اور اُن ہی کی اولاد افغان یعنے بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔ ایشیا کوچک کے لوگ اور

مغربی اسلامی مورخ افغانوں کو سلیمانی کہتے ہیں۔ اور کتاب سائیکلوپیڈیا آف انڈیا ایسٹرن اینڈ سدرن ایشیا مصنفہ ای بیلفور جلد سوم میں لکھا ہے کہ قوم یہود ایشیا کے وسط جنوب اور مشرق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پہلے زمانہ میں یہ لوگ ملک چین میں بکثرت آباد تھے اور مقام یہ چو (صدر مقام ضلع شو) ان کا معبد تھا۔ ڈاکٹر وولف جو بنی اسرائیل کے دس غائب شدہ فرقوں کی تلاش میں بہت مدت پھرتا رہا اُسکی یہ رائے ہے کہ اگر افغان اولاد یعقوب میں سے ہیں تو وہ یہودا اور بن یمین قبیلوں میں سے ہیں۔ ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودی لوگ تاتار میں جلاوطن کرکے بھیجے گئے تھے اور بخارا۔ مرو اور خیوا کے متعلقہ علاقوں میں بڑی تعداد میں موجود تھے۔ پرسٹر جان شہنشاہ تاتار نے ایک خط میں جو بنام الکسیس کام نی نس شہنشاہ قسطنطنیہ ارسال کیا تھا اپنے ملک تاتار کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اُس دریا (آموں) کے پار بنی اسرائیل کے دس قبیلے ہیں جو اگرچہ اپنے بادشاہ کے ماتحت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت ہماری رعیت اور غلام ہیں۔ ڈاکٹر مور کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ تاتاری قوم جو نسل یہودی الاصل ہیں۔ اور ان میں اب تک یہودی مذہب کے قدیم آثار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ ختنہ کی رسم ادا کرتے ہیں۔ افغانوں میں یہ روایت ہے کہ وہ دس گم شدہ بنی اسرائیلی قبائل ہیں۔ بادشاہ بخت نصر نے یروشلم کی تباہی کے بعد گرفتار کرکے غور کے ملک میں بسایا جو بامیان کے نزدیک ہے اور وہ خالد بن ولید کے آنے سے پہلے برابر یہودی مذہب کے پابند رہے۔

افغان شکل و شباہت میں ہر طرح سے یہود نظر آتے ہیں۔ اور اُن ہی کی طرح چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی بیوہ سے شادی کرتا ہے۔ ایک فرانسیسی سیاح فرائر نامی جب ہرات کے علاقہ میں سے گذر رہا تھا تو اُس نے لکھا ہے کہ اُس علاقہ میں بنی اسرائیل بکثرت ہیں اور اپنے یہودی مذہب کے ارکان کے ادا

کرنے کی پوری آزادی انھیں حاصل ہے۔ ربی بن یمین ساکن شہر ٹولیڈو (اسپین) بارھویں صدی عیسوی میں گم شدہ قبیلوں کی تلاش میں گھر سے نکلا۔ اس کا بیان ہے کہ یہ یہودی لوگ چین ایران اور تبت میں آباد ہیں۔ جوزی فس جس نے ۹۳ء میں یہودیوں کی قدیم تاریخ لکھی ہے۔ اپنی گیارھویں کتاب میں عزرا نبی کے ساتھ قید سے واپس جانے والے یہودیوں کے بیان کے ضمن میں بیان کرتا ہے کہ دس قبیلے دریائے فرات کے اُس پار ابتک آباد ہیں اور اُن کی تعداد شمار سے باہر ہے (دریائے فرات سے اس پار سے مراد فارس اور مشرقی علاقے ہیں) اور سینٹ جروم جو پانچویں صدی عیسوی میں گذرا ہے ہوسیع نبی کا ذکر کرتے ہوئے اس معاملہ کے ثبوت میں حاشیہ پر لکھتا ہے کہ اس زن سے (بنی اسرائیل کے) دس فرقے شاہ پارتھیا یعنے پارس کے ماتحت ہیں اور اب تک قید سے رہا نہیں کئے گئے۔ اور اسی کتاب کی جلد اوّل میں لکھا ہے کہ کونٹ جورن سٹرنا اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۳-۲۲۴ میں تحریر کرتا ہے کہ افغان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بخت نصر نے ہیکل یروشلم کی تباہی کے بعد بامیان کے علاقہ میں انہیں جلاوطن کر کے بھیجدیا۔ (بامیان کا علاقہ غور کے متصل اور افغانستان میں واقع ہے) اور کتاب اے نیرے ٹو آف اے وزٹ ٹو غزنی کابل افغانستان۔ مصنفہ جی ٹی وگین ایف جی ایس مطبوعہ ۱۸۴۰ء صفحہ ۱۶۶ میں لکھا ہے کہ کتاب مجمع الانساب سے ملا خداداد نے پڑھ کر سُنایا کہ یعقوب کا بڑا بیٹا یہودا تھا اُس کا بیٹا اُسرک تھا۔ اُسرک کا بیٹا اکنور۔ اکنور کا بیٹا معالب۔ معالب کا فرلائی۔ فرلائی کا بیٹا قیس تھا۔ قیس کا بیٹا طالوت۔ طالوت کا ارمیا۔ اور ارمیا کا بیٹا افغان تھا۔ اس کی اولاد قوم افغان ہے۔ اور اسی کے نام پر افغان کا نام مشہور ہوا۔ افغان بخت نصر کا ہم عصر تھا اور بنی اسرائیل کہلاتا تھا اور اُس کے چالیس بیٹے تھے۔ اس کی چونتیسویں پشت میں دو ہزار برس بعد وہ قیس ہوا جو محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں تھا۔ اس سے چونسٹھ نسلیں ہولیں۔

مغربی اسلامی مورخ افغانوں کو سلیمانی کہتے ہیں۔ اور کتاب سائیکلوپیڈیا آف انڈیا ایسٹرن اینڈ سدرن ایشیا مصنفہ ای بیلفور جلد سوم میں لکھا ہے کہ قوم یہود ایشیا کے وسط جنوب اور مشرق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پہلے زمانہ میں یہ لوگ ملک چین میں بکثرت آباد تھے اور مقام یہ ہچو (صدر مقام ضلع شو) ان کا معبد تھا۔ ڈاکٹر وولف جو بنی اسرائیل کے دس غائب شدہ فرقوں کی تلاش میں بہت مدت پھرتا رہا اُسکی یہ رائے ہے کہ اگر افغان اولاد یعقوب میں سے ہیں تو وہ یہودا اور بن یمین قبیلوں میں سے ہیں۔ ایک اور روایت سے ثابت ہوتا ہی کہ یہودی لوگ تاتار میں جلاوطن کر کے بھیجے گئے تھے اور بخارا۔ مرو اور خیوا کے متعلقہ علاقوں میں

سلم نامی۔ افغان کا سب سے بڑا بیٹا اپنے وطن شام سے ہجرت کر کے غور مشکوہ کے علاقہ میں جو ہرات کے قریب ہے آباد ہوا۔ اس کی اولاد افغانستان میں پھیل گئی۔

اور کتاب اے سائیکلوپیڈیا آف جیوگرافی مرتبہ جیمز برائیس ایف جی ایس مطبوعہ لندن ۱۸۵۶ء کے صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے کہ افغان لوگ اپنا سلسلہ نسب سال بادشاہ اسرائیل سے ملاتے ہیں اور اپنا نام بنی اسرائیل رکھتے ہیں۔ الگزنڈر برنس کا قول ہے کہ افغان یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ وہ یہودی الاصل ہیں شاہ بابل نے انہیں قید کر کے غور کے علاقہ میں لا بسایا جو کابل سے شمال مغرب میں واقع ہے۔ یہ لوگ ۶۲۲ء تک اپنے یہودی مذہب پر رہے۔ لیکن خالد بن عبد اللہ (غلطی سے ولید کی جگہ عبد اللہ لکھا ہوا ہے) نے اس قوم کے ایک سردار کی لڑکی سے بیاہ کر لیا۔ اور اُن کو اس سال میں دین اسلام قبول کرایا۔

اور کتاب ہسٹری آف افغانستان مصنفہ کرنیل جی بی میلسن مطبوعہ لنڈن ۱۸۷۸ء صفحہ ۳۹ میں لکھا ہی کہ عبد اللہ خان ہراتی اور فرانسیسی سیاح فرائریانی سر ولیم جونز (جو ایک بڑا متبحر عالم علوم شرقیہ گذرا ہے) اس بات پر متفق ہیں کہ افغان قوم بنی اسرائیل الاصل ہیں اور دس گم شدہ فرقوں کی اولاد ہیں۔ اور کتاب ہسٹری آف دی افغانس مصنفہ جی پی فرائر (فرانسیسی) مترجمہ کپتان ولیم جے سی مطبوعہ لندن ۱۸۵۸ء صفحہ ۱ میں لکھا ہے کہ شرقی مورخوں کی کثرت رائے یہی ہے کہ افغان قوم بنی اسرائیل کے دس فرقوں کی اولاد سے ہیں اور یہی رائے افغانوں کی اپنی ہے۔ اور یہی مورخ اس کتاب کے صفحہ ۴ میں لکھتا ہے کہ افغانوں کے پاس اس بات کے ثبوت کے لئے ایک دلیل ہے جسکو وہ یوں پیش کرتے ہیں کہ جب نادر شاہ ہند کی فتح کے ارادے سے پشاور پہنچا تو یوسف زئی قوم کے سرداروں نے اسکی خدمت میں ایک بائبل عبرانی زبان میں لکھی ہوئی پیش کی اور ایسا ہی کئی دوسری چیزیں پیش کیں جو اُن کے خاندانوں میں اپنے قدیم مذہب کے رسوم ادا کرنے کے لئے محفوظ چلی آتی تھیں۔ اس کیمپ کے ساتھ یہودی بھی موجود تھے

جب ان کو یہ چیزیں دکھلائی گئیں تو فوراً انہوں نے انکو پہچان لیا اور پھر یہی مورخ اپنی کتاب کے صفحہ چہارم کے بعد لکھتا ہے کہ عبداللہ خان ہراتی کی رائے میرے نزدیک بہت قابل اعتبار ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:۔ ملک طالوت (ساؤل) کے دو بیٹے تھے ایک کا نام افغان دوسرے کا نام جالوت۔ افغان اس قوم کا مورث اعلیٰ تھا۔ داؤد اور سلیمان کی حکومت کے بعد بنی اسرائیل میں خانہ جنگی شروع ہوگئی اور فرقے فرقے الگ الگ بن گئے۔ بخت نصر کے زمانہ تک یہی حالت رہی۔ بخت نصر نے چڑھائی کرکے ستر ہزار یہودی قتل کئے اور شہر تباہ کیا۔ اور باقی یہودیوں کو قید کرکے بابل لے گیا اس مصیبت کے بعد افغان کی اولاد خوف کے مارے جودیا سے ملک عرب میں بھاگ کر جا بسے اور بہت عرصہ تک یہاں آباد رہے۔ لیکن چونکہ پانی اور زمین کی قلت تھی اور انسان اور حیوان کو تکلیف تھی اس لئے انہوں نے ہندوستان کی طرف چلے آنے کا ارادہ کیا۔ ابدالیوں کا ایک گروہ عرب میں پڑا رہا اور (حضرت) ابوبکر کی خلافت کے زمانہ میں اُن کے ایک سردار نے اُن کا رشتہ خالد بن ولید سے قائم کیا۔۔۔۔۔ جب ایران اہل عرب کے قبضہ میں آیا تو یہ قوم عرب سے نکل کر ایران کے علاقوں فارس اور کرمان میں جا بسے۔ اور حملہ چنگیز خان تک یہیں بستے رہے۔ اسکے مظالم کی تاب نہ لاکر ابدالی فرقہ مکران سندھ اور ملتان کے راستے ہندوستان پہنچا۔ لیکن یہاں انہیں چین نصیب نہ ہوا (آخر کار) وہ کوہ سلیمان پہ جا ٹھہرے۔ باقیماندہ ابدالی فرقے کے لوگ بھی یہاں جمع ہوگئے۔ ان کے چوبیس فرقے تھے جو افغان کی اولاد میں سے تھے۔ جس کے تین بیٹے تھے جن کے نام سرابند (سرابان)، ارکش (گرگشت)، کرلن (بطان) ان میں ہر ایک کے آٹھ فرزند ہوئے جن کے نام پہ چوبیس قبیلے ہوئے۔ ان کے نام مع قبائل یہ ہیں۔

سرابند کے بیٹے	قبائل کے نام	گرگشت (ارکش) کے بیٹے	قبائل کے نام
ابدال	ابدالی	خلج	خلجی غلزئی
یوسف	یوسف زئی	کاکر	کاکری
بابور	بابوری	جمورین	جموریبی
وزیر	وزیری	ستوریان	ستوریانی
لوہان	لوہانی	پین	پینی
برچ	برچی	کس	کسی
خوگیان	خوگیانی	تکان	تکانی
شران	شرانی	نصر	نصری

کرلن کے بیٹے	قبائل	کرلن کے بیٹے	قبائل
خٹک	خٹکی	زاز	زازی
سور	سوری	باب	بابی
آفرید	آفریدی	بنگنیش	بنگنیشی
طور	طوری	لنڈیپور	لنڈیپوری

تم کلامہ

اور کتاب مخزن افغانی* تالیف خواجہ نعمت اللہ ہراتی بعہد جہانگیر شاہ تالیف شدہ ۱۰۱۸ہجری جسکو پروفیسر برنہارڈ ڈورن (خارکو یونیورسٹی) نے بمقام لندن ترجمہ کرکے ۱۸۳۶ء میں شائع کیا ہے اس کے مفصلہ ذیل ابواب میں یہ بیان ہے ۔

---

* معتبر تواریخ مثلاً تاریخ طبری۔ مجمع الانساب۔ گزیدہ جہانکشائی۔ مطلع الانوار۔ معدن اکبر سے خلاصہ کرکے یہ کتاب بنائی گئی ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳ دیباچہ از مصنف)

باب اوّل میں بیان "تاریخ یعقوب اسرائیل ہے جس سے اس (افغان) قوم کا شجرہ نسب شروع ہوتا ہے۔

باب دوم میں مضمون تاریخ شاہ طالوت ہے۔ یعنے افغانوں کا شجرہ نسب طالوت سے ملایا گیا ہے۔

صفحہ ۲۲ و ۲۳ میں لکھا ہے کہ طالوت کے دو بیٹے تھے۔ برخیا اور ارمیاہ۔ برخیا کا بیٹا آصف تھا اور ارمیاہ کا افغان۔ اور صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ افغان کے ۴۰ بیٹے تھے اور افغان کی اولاد کے برابر کوئی اور اسرائیلی قبیلہ میں نہ تھا۔ اور صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے کہ بخت نصر نے تمام شام پر قبضہ کرلیا اور اقوام بنی اسرائیل کو جلاوطن کرکے غور۔ غزنی۔ کابل۔ قندہار اور کوہ فیروز کے کوہستانی علاقوں میں لا بسایا جہاں خاصکر آصف اور افغان کی اولاد رہ پڑی۔

باب سوم میں یہ بیان ہے کہ بخت نصر نے جب بنی اسرائیل کو شام سے نکال دیا تو آصف اور افغان کی نسل کے چند قبائل عرب میں جاگزین ہوئے۔ اور عرب ان کو بنی اسرائیل اور بنی افغان کے ناموں سے نامزد کرتے تھے۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۳۷ و ۳۸۔ مصنف مجمع الانساب اور مستوفی مصنف تاریخ گزیدہ کے حوالہ سے تفصیلاً بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حین حیات میں خالد بن ولید نے ان افغانوں کی طرف دعوت اسلام کا پیغام بھیجا۔ جو بخت نصر کے واقعہ کے بعد غور کے علاقہ ہی میں رہ پڑے تھے۔ افغان سردار بسرکردگی قیس جو ۳۷ پشتوں کے بعد طالوت کی اولاد تھا حاضر خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ قیس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرشید رکھا۔ (اس جگہ عبدالرشید قیس کا شجرہ نسب طالوت (ساول) تک دیا ہے)۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداروں کا نام پٹھان رکھا جسکے معنے سکّان جہاز کے ہیں کچھ عرصہ کے بعد سردار واپس اپنے ملک میں آئے اور اسلام کی تبلیغ کی۔

اور اسی کتاب مخزن افغانی کے صفحہ ۶۳ میں لکھا ہے کہ بنی افغنہ یا بنی افغان ناموں کی نسبت فرید الدین احمد اپنی کتاب رسالہ انساب افغانیہ میں مفصلہ ذیل عبارت لکھتا ہے:۔" بخت نصر مجوسی جب بنی اسرائیل اور شام کے علاقوں پر مستولی ہوا اور یروشلم کو تباہ کیا تو بنی اسرائیل کو قیدی اور غلام بنا کر جلاوطن کر دیا اور اس قوم کے کئی قبیلے جو موسوی شریعت کے پابند تھے اپنے ساتھ لے گیا اور حکم دیا کہ وہ آبائی مذہب چھوڑ کر خدا کی بجائے اُس کی پرستش کریں۔ لیکن اُنھوں نے انکار کیا۔ بنا بریں بخت نصر نے نہایت عاقل اور فہیم لوگوں میں سے دو ہزار کو مار ڈالا اور باقیوں کے لئے حکم دیا کہ اُس کے مقبوضات اور شام سے کہیں باہر چلے جائیں۔ اُن کا ایک حصّہ ایک سردار کے ماتحت بخت نصر کے مقبوضات سے نکل کر کوہستان غور میں چلا گیا اور یہاں اُن کی اولاد رہ پڑی۔ دن بدن اُن کی تعداد بڑھتی گئی۔ اور لوگوں نے اُن کو بنی اسرائیل۔ بنی آصف اور بنی افغان کے ناموں سے موسوم کیا۔

صفحہ ۶۴ میں مصنف مذکور کا قول ہے کہ معتبر کتب مثلاً تاریخ افغانی۔ تاریخ غوری وغیرہ میں یہ دعویٰ درج ہے۔ افغان بہت زیادہ حصّہ تو بنی اسرائیل ہیں اور کچھ حصّہ قبطی۔" نیز ابوالفضل کا بیان ہے کہ بعض افغان اپنے آپ کو مصری الاصل سمجھتے ہیں۔ اور یہ وجہ پیش کرتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل یروشلم سے مصر واپس گئے۔ اس فرقہ (یعنے افغان) نے ہندوستان کو نقل مقام کیا۔ اور صفحہ ۶۴ میں فرید الدین احمد افغان کے نام کی بابت یہ لکھتا ہے:۔ افغان نام کی نسبت بعض نے یہ لکھا ہے کہ (شام سے) جلاوطنی کے بعد جب وہ ہر وقت اپنے وطن مالوف کا دل میں خیال لاتے تھے تو آہ و فغان کرتے تھے۔ لہٰذا اُن کا نام افغان ہوا اور یہی رائے سَر جان ملکم کی ہے دیکھو ہسٹری آف پرشیا جلد ۱ صفحہ ۱۰۱۔

اور صفحہ ۶۳ میں مہابت خان کا بیان ہے کہ" چوں ایشاں از توابع و لواحق سلیمان علیہ السلام اند بنا براں ایشاں را مردم عرب سلیمانی گویند"

اور صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے تقریباً تمام مشرقی مورخوں کی یہی تحقیقات ہے کہ افغان قوم کا اپنا یہی اعتقاد ہے کہ وہ یہودی الاصل ہیں اور اس رائے کو زمانہ حال کے بعض مورخوں نے بھی اختیار کیا ہے یا غالباً صحیح سمجھا ہے ۔ . . . . . . اور یہ رواج کہ افغان یہودیوں کے نام اپنے نام رکھتے ہیں بیشک افغانوں کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے ہے (لیکن مترجم برنہارڈ دورن کا یہ خیال کوئی ثبوت نہیں رکھتا۔ پنجاب کے شمال مغربی حصہ میں اکثر ایسی قومیں ہندی الاصل آباد ہیں جو آباد ہوگئی ہیں لیکن اُن کے نام یہودی ناموں کی طرز پر ہرگز نہیں۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ہو جانے سے ایک قوم میں یہودی نام داخل نہیں ہو جاتے) " افغان کے خط و خال یہودیوں سے حیرت انگیز طور پر مشابہت رکھتے ہیں اور اس بات کو ان محققوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے جو افغانوں کے دعوئے یہودی الاصل ہونے پر کچھ التفات نہیں کرتے ۔ اور یہی ایک ثبوت ہے جو اُن کے یہودی الاصل ہونے کے بارے میں مل سکتا ہے ۔ سرجان ملکم کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں ۔" اگرچہ افغانوں کا (یہودیوں کی) معزز نسل سے ہونے کا دعویٰ بہت مشتبہ ہے ۔ لیکن انکی شکل و ظاہری خط و خال اور انکے اکثر رسوم سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ وہ (افغان) فارسیوں ۔ تاتاریوں اور ہندیوں سے ایک جُدا قوم ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی بات اس بیان کو معتبر ٹھہراتی ہے جس کی مخالفت بہت سے قوی واقعات کرتے ہیں اور جس کا کوئی صاف ثبوت نہیں ملتا۔ اگر ایک قوم کی دوسری قوم کے ساتھ شکل و وضع میں مشابہت رکھنے سے کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے تو کشمیری اپنے یہودیوں والے خط و خال کی وجہ سے یقیناً یقیناً یہود الاصل ثابت ہونگے اور اس بات کا صرف برنیر نے ہی نہیں بلکہ فارسٹر اور شاید دیگر محققوں نے ذکر کیا ہے ۔"

. . . . . . اگرچہ فارسٹر برنیر کی رائے کو تسلیم نہیں کرتا تاہم وہ اقرار کرتا ہے کہ جب وہ کشمیریوں میں تھا تو اُس نے خیال کیا کہ وہ ایک یہودیوں کی قوم کے درمیان رہتا ہے۔

اور کتاب ڈکشنری آف جیوگرافی مرتبہ اے کے جانسٹن کے صفحہ ۲۵۰ میں

کشمیر کے لفظ کے بیان میں یہ عبارت ہے :۔ یہاں کے باشندے دراز قد۔ قوی ہیکل۔ مردانہ شباہت والے۔ عورتیں مکمل اندام والیں۔ خوبصورت۔ بلند خمدار بینی والے۔ شکل و وضع میں بالکل یہودیوں کے مشابہ ہیں۔

اور سول اینڈ ملٹری گزٹ (مطبوعہ ۲۳ نومبر ۱۸۹۸ء صفحہ ۴) میں بعنوان مضمون سواتی اور آفریدی (اقوام) لکھا ہے کہ ہمیں ایک اعلیٰ درجہ کا قیمتی اور دلچسپ مضمون ملا ہے جو برٹش ایسوسی ایشن کے ایک حال کے جلسہ میں ایسوسی ایشن مذکورہ کی شاخ متعلقہ تاریخ طبعیٔ نوع انسان میں پیش کیا گیا ہے اور جو کمیٹی تحقیقات تاریخ طبعی انسان کے موسم سرما کے جلسہ میں ابھی سُنایا جانا ہے۔ ہم وہ مکمل مضمون ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ..... ہندوستان کی مغربی سرحد کے پٹھان یا پکٹان باشندوں کا حال قدیمی تاریخوں میں موجود ہے اور بہت سے فرقوں کا ذکر ہیروڈوٹس نے اور سکندر اعظم کے تاریخ نویسوں نے کیا ہے۔ وسطی زمانہ میں اس پہاڑ کا غیر آباد اور ویرانہ کا نام روہ تھا۔ اور اس علاقہ کے باشندوں کا نام رہیلہ تھا۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ رہیلے یا پٹھان قوم افغانان کے نام و نشان سے پہلے ان علاقوں میں آباد تھے۔ اب سارے افغان پٹھانوں میں شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ وہ پٹھانی زبان یعنے پشتو بولتے ہیں۔ لیکن وہ ان سے کسی رشتہ کا اقرار نہیں کرتے۔ اور اُن کا دعویٰ ہے کہ ہم بنی اسرائیل ہیں یعنے ان فرقوں کی اولاد ہیں جن کو بخت نصر قید کر کے بابل لے گیا تھا۔ مگر سب نے پشتو زبان کو اختیار کر لیا ہے۔ اور سب اسی مجموعہ قوانین ملکی کو مانتے ہیں جس کا نام پکتان والی ہے اور جس کے بہت سے قواعد پُرانی موسوی شریعت سے عجیب طور پر مشابہت رکھتے ہیں۔ اور بعض اقوام راجپوت کے پُرانے رسم و رواج سے بھی ملتے جُلتے ہیں۔ ...... اگر ہم اسرائیلی آثار کو زیر نظر رکھ کر دیکھیں تو ظاہر ہوگا کہ پٹھانوں کی قومیں دو بڑے حصوں میں منقسم ہو سکتی ہیں۔ .... یعنے اوّل وہ فرقے ہندی الاصل ہیں جیسے وزیری۔ آفریدی۔ اورک زئی وغیرہ۔ دوسرے افغان جو سامی (Semitic).

ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور سرحد پہ زیادہ آبادی انہی کی ہے۔ اور کم سے کم یہ ممکن ہے کہ پکٹان والی جو ایک غیر مکتوب ضابطہ قواعد ملکی ہے۔ سب کا ملکر تیار ہوا ہے۔ اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ موسوی احکام راجپوتی رسوم سے ملے ہوئے ہیں جن کی ترمیم اسلامی رسوم نے کی ہے۔ وہ افغان جو اپنے تئیں دُرّانی کہلاتے ہیں اور جب سے کہ دُرّانی سلطنت کی بنیاد پڑی ہے یعنے ۱۵۰ سال سے اپنے تئیں درّانی ہی نامزد کرتے آئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ اصلاً اسرائیلی فرقوں کی اولاد سے ہیں اور ان کی نسل کش (قیس) سے جاری ہوتی ہے جسکو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پٹھان کے نام سے موسوم کیا۔ جس کے معنے سریانی زبان میں سکّان کے ہیں کیونکہ اُس نے لوگوں کو اسلام کی لہروں میں (کشتی کی طرح) چلاتا تھا۔ . . . . . . اگر ہم قوم افغان کا قوم اسرائیل سے کوئی قدیمی رشتہ نہ مانیں تو اُن اسرائیلی ناموں کی کوئی وجہ بیان کرنا ہمارے لئے مشکل ہو جاتا ہے جو عام طور پر رائج ہیں۔ اور بعض رسوم مثلاً عید فصح کے تہوار کے رائج ہونے کی وجہ بیان کرنا اور بھی ہمارے لئے دشوار ہو جاتا ہے۔ اور قوم افغان کی یوسف زئی شاخ اگر عید فصح کی حقیقت کو سمجھ کر نہیں مناتے تو کم سے کم اُن کا تہوار عید فصح کی نہایت عجیب اور عمدہ نقل ہے۔ ایسا ہی اسرائیلی رشتہ نہ ماننے کی حالت میں ہم اُس اصرار کی بھی کوئی وجہ نہیں بتلا سکتے۔ جو اعلیٰ تعلیم یافتہ افغانوں کو اِس روایت کے بیان کرنے اور اس پر قائم رہنے میں ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس روایت کی صداقت کی کوئی اصلی بنیاد ضرور ہوگی۔ بلیو (Bellew) کی رائے ہے کہ اسرائیلی رشتہ کا درحقیقت سچا ہونا ممکن ہے مگر وہ بیان کرتا ہے کہ افغانوں کی تین بڑی شاخوں میں سے جو اپنے تئیں قیس کی اولاد بیان کرتے ہیں کم سے کم ایک شاخ سارابور کے نام سے موسوم ہے اور یہ لفظ پشتو زبان میں اس نام کا ترجمہ ہے جو پُرانے زمانے میں سورج بنسی راجپوتوں کا نام تھا جن کی نسبت یہ معلوم ہے کہ انکی بستیاں مہابھارت کی لڑائی میں چندر بنسی خاندان سے شکست کھا کر افغانستان میں آبسی تھیں۔ اس طرح

معلوم ہوا کہ ممکن ہے کہ افغان بنی اسرائیل ہوں جو قدیم راجپوتوں میں مل گئے ہوں اور ہمیشہ سے میری نظر میں افغانوں کے اصل و نسل کے مسئلہ کا صحیح حل نہایت ہی اغلب طور پر یہی معلوم ہوتا رہا ہے۔ بہرحال آجکل کے افغان روایت و تامل کی بنا پر اپنے تئیں برگزیدہ قوم یعنے ابراہیم کی اولاد میں سے شمار کرتے ہیں۔ . . . .

ان تمام تحریرات کو جو نامی مؤلفوں کی کتابوں میں سے ہم نے لکھی ہیں یکجائی طور پر تصور میں لانے سے ایک صادق کو یقین کامل ہو سکتا ہے کہ یہ قومیں جو افغان اور کشمیری اس ملک ہندوستان اور اس کے حدود اور نواح میں پائی جاتی ہیں دراصل بنی اسرائیل ہیں۔

مسیح ہندوستان میں۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۹۳ تا ۱۰۷

متفرق شہادتیں

۲۳۰

ڈاکٹر برنیئر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ”کشمیر میں یہودیت کی بہت سی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ پیر پنجال سے گذر کر جب میں اس ملک میں داخل ہوا تو دیہات کے باشندوں کی صورتیں یہود کی سی دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ ان کی صورتیں اور ان کے طور طریق اور وہ ناقابل بیان خصوصیتیں جن سے ایک سیاح مختلف اقوام کے لوگوں کی خود بخود شناخت اور تمیز کر سکتا ہے۔ سب یہودیوں کے پورانی قوم کیسی معلوم ہوتی تھیں۔ میری بات کو آپ محض خیالی ہی تصور نہ فرمایئے گا۔ ان دیہاتوں کے یہودی نما ہونے کی نسبت ہمارے پادری صاحبان اور اور بہت سے فرنگستانیوں نے بھی میرے کشمیر جانے سے بہت عرصہ پہلے ایسا ہی لکھا ہے۔ دوسری علامت یہ ہے کہ اس شہر کے باشندے باوجودیکہ تمام مسلمان ہیں مگر پھر بھی ان میں سے اکثر کا نام موسیٰ ہے۔ تیسرے یہاں یہ عام روایت ہے کہ حضرت سلیمان اس ملک آئے تھے۔ چوتھے یہاں کے لوگوں کا یہ بھی گمان ہے کہ حضرت موسیٰ نے شہر کشمیر ہی میں وفات پائی تھی اور ان کا مزار شہر سے قریب تین میل کے ہے۔ پانچویں عموماً یہاں سب لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ایک اونچے پہاڑ پر جو ایک مختصر اور نہایت پورانا مکان نظر آتا ہے اس کو حضرت سلیمان نے تعمیر کرایا تھا۔ اور اسی سبب سے اس کو آج تک تخت سلیمان کہتے ہیں۔ سو میں اس بات سے انکار کرنا نہیں چاہتا کہ یہودی لوگ کشمیر میں آکر بسے ہوں۔ پہلے رفتہ رفتہ تنزل کرتے کرتے بت پرست بن گئے ہوں گے اور پھر آخر اور بت پرستوں کی طرح مذہب اسلام کی طرف مائل ہو گئے ہوں گے۔“ یہ رائے ڈاکٹر برنیر کی ہے۔ جو انہوں نے اپنی کتاب سیر و سیاحت میں لکھی ہے۔ مگر اسی بحث میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”غالباً اسی قوم کے لوگ پیکن میں موجود ہیں جو مذہب موسوی کے پابند ہیں اور ان کے پاس توریت اور دوسری کتابیں بھی ہیں۔ مگر حضرت عیسیٰ کی وفات یعنی مصلوب ہونے کا حال ان لوگوں کو بالکل معلوم نہیں۔“

ڈاکٹر صاحب کا یہ فقرہ یاد رکھنے کے لائق ہے کیونکہ بعض نادان عیسائیوں کا یہ گمان ہے

کہ حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے پر یہود و نصاری کا اتفاق ہے اور اب ڈاکٹر صاحب کے قول سے معلوم ہوا کہ چین کے یہودی اس قول سے اتفاق نہیں رکھتے اور ان کا یہ مذہب نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی پر مر گئے۔ اور ڈاکٹر صاحب نے جو کشمیریوں کے یہودی الاصل ہونے پر دلائل لکھے ہیں۔ یہی دلائل ایک غور کرنے والی نگاہ میں ہمارے متذکرہ بالا بیان پر شواہد بیّنہ ہیں۔ یہ واقعہ مذکورہ جو حضرت موسیٰ کشمیر میں آئے تھے چنانچہ ان کی قبر بھی شہر سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ صاف دلالت کرتا ہے کہ موسیٰ سے مراد عیسیٰ ہی ہے کیونکہ یہ بات قریب قیاس ہے کہ جب کشمیر کے یہودیوں میں اس قدر تغیّر واقع ہوئے کہ وہ بت پرست ہو گئے اور پھر مدّت کے بعد مسلمان ہو گئے تو کم علمی اور لاپروائی کی وجہ سے عیسیٰ کی جگہ موسیٰ انہیں یاد رہ گیا ورنہ حضرت موسیٰ تو موافق تصریح توریت کے حورب کی سرزمین میں اس سفر میں فوت ہو گئے تھے جو مصر سے کنعان کی طرف بنی اسرائیل نے کیا تھا اور حورب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کئے گئے۔ دیکھو استثناء ۳۴ باب درس ۵۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان کا لفظ بھی رفتہ رفتہ بجائے عیسیٰ کے لفظ کے مستعمل ہو گیا۔ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ نے پہاڑ پر عبادت کے لئے کوئی مکان بنایا ہو کیونکہ یہ شاذ و نادر ہے کہ کوئی بات بغیر کسی اصل صحیح کے محض بے بنیاد افتراء کے طور پر مشہور ہو جائے۔ ہاں یہ غلطی قریب قیاس ہے کہ بجائے عیسیٰ کے عوام کو جو پچھلی قومیں تھیں سلیمان یاد رہ گیا ہو اور اس قدر غلطی تعجب کی جگہ نہیں چونکہ یہ تین نبی ایک ہی خاندان میں سے ہیں۔ اس لئے یہ غلطیاں کسی اتفاقی مسامحت سے ظہور میں آ گئیں۔ تبّت سے کوئی نسخہ انجیل یا بعض عیسوی وصایا کا دستیاب ہونا جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کوئی عجیب بات نہیں ہے کیونکہ جب قرائن قویہ قائم ہیں کہ بعض نبی بنی اسرائیل کے کشمیر میں ضرور آئے گو ان کی تعیین نام میں غلطی ہوئی اور ان کی قبر اور مقام بھی اب تک موجود ہے تو کیوں یہ یقین نہ کیا جائے کہ وہ نبی در حقیقت عیسیٰ ہی تھا جو اوّل کشمیر میں آیا اور پھر تبّت کا بھی سیر کیا اور کچھ بعید نہیں کہ اس ملک کے لوگوں کے لئے وصیتیں بھی لکھّی ہوں اور آخر کشمیر میں واپس آکر فوت ہو گئے ہوں۔ چنانچہ سرد ملک کا آدمی سرد ملک کو ہی پسند کرتا ہے اس لئے فراست صحیحہ قبول کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰ کنعان کے ملک کو چھوڑ کر ضرور کشمیر پہنچے ہوں گے۔ میرے خیال میں کسی کو اس میں کلام نہ ہو گا کہ خطّہ کشمیر کو خطّہ

شام سے بہت مشابہت ہے۔ پھر جب کہ ملکی مشابہت کے علاوہ قوم بنی اسرائیل بھی اس جگہ موجود تھی تو حضرت مسیح اس ملک کے چھوڑنے کے بعد ضرور کشمیر آئے ہوں گے مگر جاہلوں نے دور دراز زمانہ کے واقعہ کو یاد نہ رکھا اور بجائے عیسیٰ کے موسیٰ یا سلیمان یاد رہ گیا۔ اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب فرماتے ہیں کہ میں قریباً چودہ برس تک جموں اور کشمیر کی ریاست میں نوکر رہا ہوں اور اکثر کشمیر میں ہر ایک عجیب مکان وغیرہ کے دیکھنے کا موقعہ ملتا تھا۔ لہٰذا اس مدت دراز کے تجربہ کے رو سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر برنیر صاحب نے اس بات کے بیان کرنے میں کہ اہل کشمیر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ کشمیر میں موسیٰ کی قبر ہے غلطی کی ہے۔ جو لوگ کچھ مدت کشمیر میں رہے ہیں۔ وہ اس بات سے بے خبر نہیں ہوں گے کہ کشمیر میں موسیٰ نبی کے نام سے کوئی قبر مشہور نہیں ڈاکٹر صاحب کو بوجہ اجنبیت زبان کے ٹھیک ٹھیک نام کے لکھنے میں غلطی ہو گئی ہے۔ یا ممکن ہے کہ سہو کاتب سے یہ غلطی ظہور میں آئی ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ کشمیر میں ایک مشہور و معروف قبر ہے جس کو یوز آسف نبی کی قبر کہتے ہیں۔ اس نام پر ایک سرسری نظر کر کے ہر ایک شخص کا ذہن ضرور اس طرف منتقل ہو گا کہ یہ قبر کسی اسرائیلی نبی کی ہے۔ کیونکہ یہ لفظ عبرانی زبان کے مشابہ ہیں۔ مگر ایک عمیق نظر کے بعد نہایت تسلّی بخش طریق کے ساتھ کھل جائے گا کہ دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے یعنی یسوع غمگین۔ آسف اندوہ اور غم کو کہتے ہیں چونکہ حضرت مسیح نہایت غمگین ہو کر اپنے وطن سے نکلے تھے اس لئے اپنے نام کے ساتھ آسف ملا لیا۔ مگر بعض کا بیان ہے کہ دراصل یہ لفظ یسوع صاحب ہے۔ پھر اجنبی زبان میں بکثرت مستعمل ہو کر یوز آسف بن گیا۔ لیکن میرے نزدیک یسوع آسف اسم بامسمّیٰ ہے اور ایسے نام جو واقعات پر دلالت کریں اکثر عبرانی نبیوں اور دوسرے اسرائیلی راست بازوں میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ یوسف جو حضرت یعقوب کا بیٹا تھا اس کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ اس کی جدائی پر اندوہ اور غم کیا گیا۔ جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے اس بات کی طرف اشارہ فرما کر کہا ہے یا اسفا علیٰ یوسف ۔ پس اس سے صاف نکلتا ہے کہ یوسف پر اسف یعنی اندوہ کیا گیا اس لئے اس کا نام یوسف ہوا۔ ایسا ہی مریم کا نام بھی ایک واقعہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور وہ یہ کہ جب مریم کا لڑکا عیسیٰ پیدا ہوا تو وہ اپنے اہل و عیال سے دور تھی۔ اور مریم وطن سے دور ہونے کو کہتے ہیں۔ اسی کی طرف اللہ جلّ شانہٗ اشارہ فرما کر کہتا ہے

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا -
یعنی مریم کو کتاب میں یاد کر جبکہ وہ اپنے اہل سے ایک شرقی مکان میں دور پڑی ہوئی تھی - سو خدا نے مریم کے لفظ کی وجہ تسمیہ یہ قرار دی کہ مریم حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کے وقت اپنے لوگوں سے دور و مہجور تھی یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس کا لڑکا عیسیٰ قوم سے قطع کیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت مسیح اپنے ملک سے نکل گئے اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کشمیر میں جاکر وفات پائی اور اب تک کشمیر میں ان کی قبر موجود ہے۔ یُزَارُ وَ یُتَبَرَّکُ بِہٖ ہاں ہم نے کسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی بلاد شام میں قبر ہے۔ مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے کے لئے مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے اور ملک شام کی قبر زندہ در گور کا نمونہ تھا جس سے وہ نکل آئے اور جب تک وہ کشمیر میں زندہ رہے ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر مقام کیا گیا گویا آسمان پر چڑھ گئے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب فرماتے ہیں کہ یسوع صاحب کی قبر جو یوز آسف کی قبر کر کے مشہور ہے۔ وہ جامع مسجد سے آتے ہوئے بائیں طرف واقع ہوتی ہے۔ جب ہم جامع مسجد سے اس مکان میں جائیں جہاں شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے تبرکات ہیں تو یہ قبر تھوڑی شمال کی جانب عین کوچہ میں ملے گی اس کوچہ کا نام خانیار ہے اور یہ اصل قدیم شہر سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے جیسا کہ ڈاکٹر برنیر نے لکھا ہے پس اس بات کو بھی خیانت پیشہ عیسائیوں کی طرح ہنسی میں نہیں اڑانا چاہئے کہ حال میں ایک انجیل تبت سے دفن کی ہوئی نکلی ہے جیسا کہ وہ شائع بھی ہو چکی ہے۔ بلکہ حضرت مسیح کے کشمیر میں آنے کا یہ ایک دوسرا قرینہ ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اس انجیل کا لکھنے والا بھی بعض واقعات کے لکھنے میں غلطی کرتا ہو جیسا کہ پہلی چار انجیلیں بھی غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ مگر ہمیں اس نادر اور عجیب ثبوت سے بکلّی مُنہ نہیں پھیرنا چاہئے جو بہت سی غلطیوں کو صاف کر کے دنیا کو صحیح سوانح کا چہرہ دکھلاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ست بچن۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۲ تا ۳۰۷ حاشیہ

خط مولوی عبد اللہ صاحب باشندہ کشمیر

فائدہ عام کے لئے معہ نقشہ مزار حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اس اشتہار میں شائع کیا جاتا ہے

....

از جانب خاکسار عبد اللہ بخدمت حضور مسیح موعود

.... السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

حضرت اقدس اس خاکسار نے حسب الحکم سرینگر میں عین موقعہ پر یعنی روضہ مزار شریف شہزادہ یوز آسف نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام پر پہنچ کر جہاں تک ممکن تھا بکوشش تحقیقات کی۔ اور معمر اور سن رسیدہ بزرگوں سے بھی دریافت کیا۔ اور مجاوروں اور گرد وجوار کے لوگوں سے بھی ہر ایک پہلو سے استفسار کرتا ہے۔

جناب من عند التحقیقات مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ مزار در حقیقت جناب یوز آسف علیہ السلام نبی اللہ کی ہے اور مسلمانوں کے محلّہ میں یہ مزار واقع ہے۔ کسی ہندو کی وہاں سکونت نہیں اور نہ اس جگہ کسی ہندوؤں کا کوئی مدفن ہے۔ اور معتبر لوگوں کی شہادت سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ قریباً انیس سو برس سے یہ مزار ہے اور مسلمان بہت عزت اور تعظیم کی نظر سے اس کو دیکھتے ہیں اور اس کی زیارت کرتے ہیں۔ اور عام خیال ہے کہ اس مزار میں ایک بزرگ پیغمبر مدفون ہے جو کشمیر میں کسی اور ملک سے لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے آیا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ یہ نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً چھ سو برس پہلے گذرا ہے۔ یہ اب تک نہیں کھلا کہ اس ملک میں کیوں آیا★ مگر یہ واقعات بہر حال ثابت ہو چکے ہیں اور تواتر شہادت سے کمال درجہ

★ وہ نبی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہیں اور کوئی نہیں۔ اور یسوع کے لفظ کی صورت بگڑ کر یوز آسف بننا قرین قیاس ہے۔ کیونکہ جب یسوع کے لفظ کو انگریزی میں جیزس بنالیا تو یوز آسف میں جیزس سے کچھ زیادہ تغیر نہیں ہے۔ یہ لفظ سنسکرت سے ہرگز مناسبت نہیں رکھتا۔ صریح عبرانی معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اس ملک میں کیوں تشریف لائے اس کا سبب ظاہر ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب کہ ملک شام کے یہودیوں نے آپ کی تبلیغ کو قبول نہ کیا اور آپ کو صلیب پر قتل کرنا چاہا تو خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق اور نیز دعا کو

کے یقین تک پہنچ چکے ہیں کہ یہ بزرگ جن کا نام کشمیر کے مسلمانوں نے یوز آسف رکھ لیا ہے یہ نبی ہیں اور نیز شہزادہ ہیں۔ اس ملک میں کوئی ہندوؤں کا لقب ان کا مشہور نہیں ہے جیسے راجہ، اوتاریا رکھی و منی و سدہ وغیرہ بلکہ بالاتفاق سب نبی کہتے ہیں اور نبی کا لفظ اہل اسلام اور اسرائیلیوں میں ایک مشترک لفظ ہے۔ اور جبکہ اسلام میں کوئی نبی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آیا اور نہ آسکتا تھا اس لئے کشمیر کے عام مسلمان بالاتفاق یہی کہتے ہیں کہ یہ نبی اسلام کے پہلے کا ہے۔ ہاں اس نتیجہ تک وہ اب تک نہیں پہنچے کہ جبکہ نبی کا لفظ صرف دو ہی قوموں کے نبیوں میں مشترک تھا یعنی مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے نبیوں میں اور اسلام میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا تو بالضرور یہی متعین ہوا کہ وہ اسرائیلی نبی ہے کیونکہ کسی تیسری زبان نے کبھی اس لفظ کا استعمال نہیں کیا۔ بلاشبہ اس اشتراک کا صرف دو زبانوں اور دو قوموں میں تخصیص ہونا لازمی ہے☆ مگر بوجہ ختم نبوت اسلامی قوم اس سے باہر نکل گئی۔ لہٰذا صفائی سے یہ بات طے ہو گئی کہ یہ بنی اسرائیلی نبی ہے۔ پھر اس کے بعد تواتر تاریخی سے یہ ثابت ہو جانا کہ یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرا ہے پہلی دلیل پر اور بھی یقین کا رنگ چڑھاتا ہے اور زیرک دلوں کو زور کے ساتھ اس طرف لے آتا ہے کہ

بقیہ حاشیہ

قبول کر کے حضرت مسیح کو صلیب سے نجات دیدی۔ اور جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے حضرت مسیح کے دل میں تھا کہ ان یہودیوں کو بھی خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچاویں کہ جو بخت النصر کی غارت گری کے زمانہ میں ہندوستان کے ملکوں میں آ گئے تھے۔ سو اسی غرض کی تکمیل کے لئے وہ اس ملک میں تشریف لائے۔
ڈاکٹر برنیر صاحب فرانسیسی اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ کئی انگریز محققوں نے اس رائے کو بڑے زور کے ساتھ ظاہر کیا ہے کہ کشمیر کے مسلمان باشندے دراصل اسرائیلی ہیں جو تفرقہ کے وقتوں میں اس ملک میں آ گئے تھے۔ اور ان کے کتابی چہرے اور لمبے کرتے اور بعض رسوم اس بات کے گواہ ہیں۔ پس

☆نوٹ۔ نبی کا لفظ صرف دو زبانوں سے مخصوص ہے اور دنیا کی کسی اور زبان میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہوا۔ یعنی ایک تو عبرانی میں یہ لفظ نبی آتا ہے اور دوسری عربی میں۔ اس کے سوا تمام دنیا کی اور زبانیں اس لفظ سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں۔ لہٰذا یہ لفظ جو یوز آسف پر بولا گیا کتبہ کی طرح گواہی دیتا ہے کہ شخص اسرائیلی نبی ہے یا اسلامی نبی۔ مگر ختم نبوت کے بعد اسلام میں کوئی اور نبی نہیں آسکتا لہٰذا متعین ہوا کہ یہ اسرائیلی نبی ہے۔ اب جو مدت بتلائی گئی ہے اس پر غور کر کے قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور وہی شہزادہ کے نام سے پکارے گئے ہیں۔ منہ

۲۳۲

یہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔ کوئی دوسرا نہیں۔ کیونکہ وہی اسرائیلی نبی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سو برس پہلے گذرے ہیں۔ پھر بعد اس کے اس متواتر خبر پر غور کرنے سے کہ وہ نبی شہزادہ بھی کہلاتا ہے یہ ثبوت نور علیٰ نور ہو جاتا ہے کیونکہ اس مدّت میں بجز حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے کوئی نبی شہزادہ کے نام سے مشہور نہیں ہوا۔ پھر یوز آسف کا نام جو یسوع کے لفظ سے بہت ملتا ہے ان تمام یقینی باتوں کو اور بھی قوت بخشتا ہے۔ پھر موقعہ پر پہنچنے سے ایک اور دلیل معلوم ہوئی ہے جیسا کہ نقشہ منسلکہ میں ظاہر ہے اس نبی کا مزار جنوباً و شمالاً واقع ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شمال کی طرف سر ہے اور جنوب کی طرف پیر ہیں اور یہ طرز دفن مسلمانوں اور اہل کتاب سے خاص ہے اور ایک اور تائیدی ثبوت ہے کہ اس مقبرہ کے ساتھ ہی کچھ تھوڑے فاصلے پر ایک پہاڑ کوہِ سلیمان کے نام سے مشہور ہے۔ اس نام سے بھی پتہ ملتا ہے کہ کوئی اسرائیلی نبی اس جگہ آیا تھا☆۔ یہ نہایت درجہ کی جہالت ہے کہ اس شہزادہ نبی کو ہندو قرار دیا جائے۔ اور یہ ایسی غلطی ہے کہ ان روشن ثبوتوں کے سامنے رکھ کر اس کے ردّ کی بھی حاجت نہیں۔ سنسکرت میں کہیں نبی کا لفظ عبرانی اور عربی سے خاص ہے اور دفن کرنا ہندوؤں کا طریق نہیں اور ہندو لوگ تو اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔ لہٰذا قبر کی صورت بھی قطعی یقین دلاتی ہے کہ یہ نبی اسرائیلی ہے۔ قبر کے مغربی پہلو کی طرف ایک سوراخ واقع ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس سوراخ سے نہایت عمدہ

نہایت قرین قیاس ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام کے یہودیوں سے نومید ہو کر اس ملک میں تبلیغ قوم کے لئے آئے ہوں گے۔ حال میں جو روسی سیاح نے ایک انجیل لکھی ہے جس کو لنڈن سے میں نے منگوایا ہے وہ بھی اس رائے میں ہم سے متفق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اس ملک میں آئے تھے اور جو بعض مصنّفوں نے واقعات یوز آسف نبی کے لکھے ہیں جن کے یورپ کے ملکوں میں بھی ترجمے پھیل گئے ہیں ان کو پادری لوگ بھی پڑھ کر سخت حیران ہیں کیونکہ وہ تعلیمیں انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بہت ملتی ہیں بلکہ اکثر عبارتوں میں توارد معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی تبتی انجیل کا انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بہت

☆ یہ ضرور نہیں کہ سلیمان سے مراد سلیمان پیغمبر ہوں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسرائیلی امیر ہوگا۔ جس کے نام سے یہ پہاڑ مشہور ہو گیا۔ اس امیر کا نام سلیمان ہوگا۔ یہ یہودیوں کی اب تک عادت ہے کہ نبیوں کے نام پر اب تک نام رکھ لیتے ہیں۔ بہر حال اس نام سے بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہود کے فرقہ کی کشمیر میں گذر ہوئی ہے جن کے لئے حضرت عیسیٰ کا کشمیر میں آنا ضروری تھا۔ منہ

خوشبو آتی رہی ہے۔ یہ سوراخ کسی قدر کشادہ ہے اور قبر کے اندر تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس سے یقین کیا جاتا ہے کہ کسی بڑے مقصود کے لئے یہ سوراخ رکھی گئی ہے غالباً کتبہ کے طور پر اس میں بعض چیزیں مدفون ہوں گی۔ عوام کہتے ہیں کہ اس میں کوئی خزانہ ہے مگر خیال قابل اعتبار معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں چونکہ قبروں میں اس قسم کا سوراخ رکھنا کسی ملک میں رواج نہیں۔ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ اس سوراخ میں کوئی عظیم الشان بھید ہے اور صدہا سال سے برابر یہ سوراخ چلے آنا یہ اور بھی عجیب بات ہے۔ اس شہر کے شیعہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ یہ کسی نبی کی قبر ہے۔ جو کسی ملک سے بطور سیاحت آیا تھا اور شہزادہ کے لقب سے **موسوم** تھا۔ شیعوں نے مجھے ایک کتاب بھی دکھلائی جس کا نام عین الحیات ہے۔ اس کتاب میں بہت سا قصّہ بصفحہ ۱۱۹ ابن بابویہ اور کتاب اکمال الدّین اور اتمام النعمت کے حوالہ سے لکھا ہے لیکن وہ تمام بیہودہ اور لغو قصّے ہیں۔ صرف اس کتاب میں اس قدر سچ بات ہے کہ صاحب کتاب قبول کرتا ہے کہ یہ نبی سیاح تھا اور شہزادہ تھا جو کشمیر میں آیا تھا۔ اور اس شہزادہ نبی کے مزار کا پتہ یہ ہے کہ جب جامع مسجد سے روضہ بل یمین کے کوچہ میں آویں تو یہ مزار شریف آگے ملے گی۔ اس مقبرہ کے بائیں طرف کی دیوار کے پیچھے ایک کوچہ ہے اور داہنی طرف ایک پورانی مسجد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تبرّک کے طور پر کسی پرانے زمانہ میں اس مزار شریف کے قریب مسجد بنائی گئی ہے اور اس مسجد کے ساتھ مسلمانوں کے مکانات

بقیہ حاشیہ ۳۴۵

تواتر دے ہے۔ پس یہ ثبوت ایسے نہیں ہیں کہ کوئی شخص معاندانہ تحکم سے یکدفعہ ان کو ردّ کر سکے بلکہ ان میں سچائی کی روشنی نہایت صفائی سے پائی جاتی ہے اور اس قدر قرائن ہیں کہ یکجائی طور پر ان کو دیکھنا اس نتیجہ تک پہنچاتا ہے کہ یہ بے بنیاد قصّہ نہیں ہے۔ یوز آسف کا نام عبرانی سے مشابہ ہونا اور یوز آسف کا نام نبی مشہور ہونا جو ایسا لفظ ہے کہ صرف اسرائیلی اور اسلامی انبیاء پر بولا گیا ہے اور پھر اس نبی کے ساتھ شہزادہ کا لفظ ہونا اور پھر اس نبی کی صفات حضرت مسیح علیہ السّلام سے بالکل مطابق ہونا اور اس کی تعلیم انجیل کی اخلاقی تعلیم سے بالکل ہمرنگ ہونا اور پھر مسلمانوں کے محلّہ میں اس کا مدفون ہونا اور پھر انیس سو سال تک اس کے مزار کی مدّت بیان کئے جانا اور پھر اس زمانہ میں ایک انگریز کے ذریعہ سے بھی انجیل برامد ہونا اور اس انجیل سے صریح طور پر حضرت عیسی علیہ السّلام کا اس ملک میں آنا ثابت ہونا یہ تمام ایسے امور ہیں کہ ان کو یکجائی طور پر دیکھنے سے ضرور یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اس ملک میں آئے تھے اور اسی جگہ فوت ہوئے اور اس کے سوا اور بھی بہت سے دلائل ہیں کہ ہم انشاء اللہ ایک مستقل رسالہ میں لکھیں گے۔ من المشتہر

ہیں۔ کسی دوسری قوم کا نام ونشان نہیں۔ اور اس نبی اللہ کی قبر کے نزدیک داہنے گوشہ میں ایک پتھر رکھا ہے جس پر انسان کے پاؤں کا نقش ہے کہتے ہیں کہ یہ قدم رسول کا ہے۔ غالباً اس شہزادہ نبی کا یہ قدم بطور نشان کے باقی ہے۔ دو باتیں اس قبر پر بعض مخفی اسرار کی گویا حقیقت نما ہیں۔ ایک وہ سوراخ جو قبر کے نزدیک ہے دوسرے یہ قدم جو پتھر پر کندہ ہے۔ باقی تمام صورت مزار کی نقشہ منسلکہ میں دکھائی گئی ہے۔ فقط

رازِ حقیقت۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۶۷ تا ۱۷۰

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو یسوع اور جیزس یا یوز آسف کے نام سے بھی مشہور ہیں یہ ان کا مزار ہے اور بموجب شہادت کشمیر کے معمر لوگوں کے عرصہ انیس سو برس کے قریب سے یہ مزار سری نگر محلّہ خانیار میں ہے۔

رازِ حقیقت۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۷۱

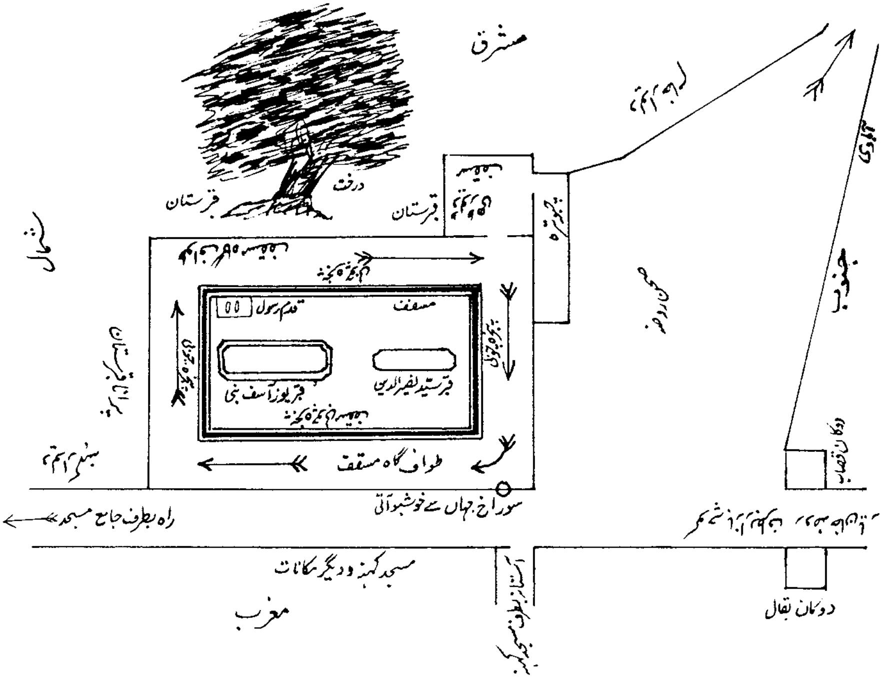

شہد شاہد من بنی اسرائیل

ایک اسرائیلی عالم توریت کی شہادت دربارۂ قبر مسیح

[illegible]

میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے دیکھا ایک نقشہ پاس مرزا غلام احمد

[illegible]

صاحب قادیانی اند تحقیق وہ صحیح ہے قبر بنی اسرائیل کی قبروں میں سے

[illegible]

اور وہ ہے بنی اسرائیل کے اکابر کی قبروں میں سے

[illegible]

میں نے دیکھا یہ نقشہ آج کے دن جب لکھی

[illegible]

میں نے یہ شہادت ماہ انگریزی جون ۱۲ سنہ ۱۸۹۹ء

[illegible]

سلمان یوسف اسحاق تاجر

[illegible]

سلمان یہودی نے میرے روبرو

[illegible]

یہ شہادت لکھی مفتی محمد صادق بھیروی

פרי· כלרך דפתר אכאונת גנרל לחר

کلرک دفتر اکونٹنٹ جنرل لاہور

اشہد باللہ ان ھذا الکتاب کتبہ سلمان بن یوسف واللہ رجل من اکابر بنی اسرائیل۔ دستخط سید عبداللہ بغدادی

۲۳۴

خداتعالیٰ کے فضل و کرم سے مخالفوں کو ذلیل کرنے کے لئے اور اس راقم کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ جو سرینگر میں محلہ خانیار میں یوز آسف کے نام کی قبر ہے وہ درحقیقت بلاشک وشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ مرہم عیسیٰ جس پر طب کی ہزار کتاب بلکہ اس سے زیادہ گواہی دے رہی ہے اس بات کا پہلا ثبوت ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام نے صلیب سے نجات پائی تھی۔ وہ ہرگز صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ اس مرہم کی تفصیل میں کھلی کھلی عبارتوں میں طبیبوں نے لکھا ہے کہ ”یہ مرہم ضربہ سقطہ اور ہر قسم کے زخم کیلئے بنائی جاتی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوٹوں کے لئے طیار ہوئی تھی یعنی ان زخموں کے لئے جو آپ کے ہاتھوں اور پیروں پر تھے۔“ اس مرہم کے ثبوت میں میرے پاس بعض وہ طبّی کتابیں بھی ہیں جو قریباً سات سو برس کی قلمی لکھی ہوئی ہیں۔ یہ طبیب صرف مسلمان نہیں ہیں بلکہ عیسائی یہودی اور مجوسی بھی ہیں جن کی کتابیں اب تک موجود ہیں۔ قیصر روم کے کتب خانہ میں بھی رومی زبان میں ایک قرابادین تھی اور واقعہ صلیب سے دو سو برس گذرنے سے پہلے ہی اکثر کتابیں دنیا میں شائع ہو چکی تھیں۔ پس بنیاد اس مسئلہ کی کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اول خود انجیلوں سے پیدا ہوئی ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور پھر مرہم عیسیٰ نے علمی تحقیقات کے رنگ میں اس ثبوت کو دکھلا دیا۔ پھر بعد اس کے وہ انجیل جو حال میں تبّت سے دستیاب ہوئی اس نے صاف گواہی دی کہ حضرت عیسیٰ ضرور ہندوستان کے ملک میں آئے ہیں۔ اس کے بعد اور بہت سی کتابوں سے اس واقعہ کا پتہ لگا اور کشمیر اعظمی جو قریباً دو سو برس کی تصنیف ہے۔ اس کے صفحہ ۸۲ میں لکھا ہے کہ ”سید نصیر الدّین کے مزار کے پاس جو دوسری قبر ہے عام خیال ہے کہ یہ ایک پیغمبر کی قبر ہے۔“ اور پھر یہی مورّخ اسی صفحہ میں لکھتا ہے کہ ”ایک شہزادہ کشمیر میں کسی اور ملک سے آیا تھا اور زہد اور تقویٰ اور ریاضت اور عبادت میں وہ کامل درجہ پر تھا وہی خدا کی طرف سے نبی ہوا۔ اور کشمیر میں آکر کشمیریوں کی دعوت میں مشغول ہوا جس کا نام یوز آسف ہے اور اکثر صاحب کشف خصوصاً ملّا عنایت اللہ جو راقم کا مرشد ہے فرما گئے ہیں کہ اس قبر سے برکات نبوّت ظاہر ہو رہے ہیں۔“ یہ عبارت تاریخ اعظمی کی فارسی میں ہے۔ جس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین ستمبر ۱۸۹۶ء اور اکتوبر ۱۸۹۶ء میں بتقریب

ریویو کتاب شہزادہ یوز آسف جو مرزا صفدر علی صاحب سرجن فوج سرکار نظام نے لکھی ہے تحریر کیا ہے کہ "یوز آسف کے مشہور قصّہ میں جو ایشیا اور یورپ میں شہرہ آفاق ہو چکا ہے پادریوں نے کچھ آمیزی کر دی ہے۔ یعنی یوز آسف کے سوانح میں جو حضرت مسیح کی تعلیم اور اخلاق سے بہت مشابہ ہے شاید یہ تحریریں پادریوں نے اپنی طرف سے زیادہ کر دی ہیں۔" لیکن یہ خیال سراسر سادہ لوحی کی بناء پر ہے بلکہ پادریوں کو اس وقت یوز آسف کے سوانح ملے ہیں جبکہ اس سے پہلے تمام ہندوستان اور کشمیر میں مشہور ہو چکے تھے اور اس ملک کی پرانی کتابوں میں ان کا ذکر ہے اور اب تک وہ کتابیں موجود ہیں پھر پادریوں کو تحریف کے لئے کیا گنجائش تھی۔ ہاں پادریوں کا یہ خیال کہ شاید مسیح کے حواری اس ملک میں آئے ہوں گے اور یہ تحریریں یوز آسف کے سوانح میں ان کی ہیں سراسر غلط خیال ہے بلکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یوز آسف حضرت یسوع کا نام ہے جس میں زبان کے پھیر کی وجہ سے کسی قدر تغیر ہو گیا ہے۔ اب بھی بعض کشمیری بجائے یوز آسف کے عیسیٰ صاحب ہی کہتے ہیں جیسا کہ لکھا گیا۔ والسّلام علیٰ منِ اتبّع الہدیٰ۔

رازِ حقیقت روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۷۲